دارالعلوم دیوبند کی سو سالہ زندگی اس کی تاسیس
وجہ تاسیس تعلیمی، تبلیغی، انتظامی اور عام افادی کوائف و
احوال اور مشاہیر دارالعلوم کے حالات زندگی کا مختصر مگر جامع مرقع

مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

اشاعت اوّل ستمبر [illegible]
باہتمام محمد رضی عثمانی
طابع مشہور پریس

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی ۔ لاہور
ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

فہرست عنوانات

مالی شعبہ جات

دارالعلوم کا نصاب تعلیم

مشاہیر دارالعلوم اور ان کی خدمات

دارالعلوم کے فضلائے کرام کی کارکردگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امّا بعد:۔

ایک عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی ایک اجمالی تاریخ، اُردو، عربی، انگریزی، گجراتی اور ہندی میں کتابی صورت سے پیش کی جائے۔ کیونکہ دارالعلوم دیوبند نہ صرف دینی تعلیم کی ایک مرکزی درس گاہ ہے بلکہ اسلامی تہذیب وثقافت اور دینی تربیت کا ایک بین الاقوامی مرکز بھی ہے اس کے فضلاء تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علمی اور تہذیبی رشتے عالمی انداز سے شخصیتوں اور اداروں سے قائم ہیں۔ اور اس کے اثرات شعوری اور غیر شعوری طور پر عام قلوب تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے متعلقین دارالعلوم کے علاوہ واردین وصادرین کا ایک سلسلہ ہے جو نہ صرف اطراف ہند بلکہ غیر ممالک سے شدّ رحال کرکے اس کی طرف کھنچا ہوا آتا رہتا ہے۔ پھر یہ نہ صرف علمی افراد تک ہی محدود ہے بلکہ تاریخ پسند سیاح بھی اس کی شہرت وعظمت کی داستانیں سُن سُن کر اس کے مشاہدہ کے لئے بکثرت آتے رہتے ہیں۔ آنیوالوں اور آنے کے آرزومندوں کے دلوں میں معائنہ سے قبل اور بعد قدرتاً یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ دارالعلوم کیا ہے؟ کب قائم ہوا؟ کیوں قائم ہوا؟ کس نے قائم کیا؟ کن حالات میں قائم ہوا؟ اور قائم ہوکر اس

نے کیا کیا؟ ان سوالات کا تفصیلی جواب ظاہر ہے کہ زبانی اور وہ بھی ہر وارد وصادر کے لئے علیحدہ علیحدہ دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ اس لئے بجز اس کے کوئی اور چارۂ کار نہ تھا کہ ان پرسش وجُو کرنے والوں کے سامنے دارالعلوم کی سالانہ رودادیں، ماہانہ رسالے، ہنگامی اشتہارات اور وقتی پمفلٹ وغیرہ رکھ کر ان کی اشک شوئی کردی جائے۔ لیکن یہ صورت ناکافی ہونے کے ساتھ ساتھ ان سوالات کا تشفّی بخش جواب ہونے کے بجائے سوالات میں مزید اضافہ کا باعث بنتی رہی جس سے طلب حقیقت کا اشتیاق تو بڑھتا رہا اور تشنگی کی سعی پیاس میں مزید اضافہ کرتی رہی۔ ان کاغذات سے ہنگامی اور جزوی حالات ضرور سامنے آجاتے تھے لیکن ان سے نہ وہ بنیادی سوالات حل ہوسکتے تھے جو ہر وارد وصادر کے دل کی آواز تھے اور نہ ہی اصل ادارہ، اس کی بنیادی غرض وغایت، اس کے مؤسسین اور بانیوں کا کردار بلا تخصیص سال وماہ اس کی اساسی پوزیشن کا کوئی تعارف ہی ہوسکتا تھا۔

اس سلسلہ میں احقر نے ۱۳۵۰ھ میں ایک تحریر بنام "سرسٹھ سالہ روداد دارالعلوم" مرتب کی جس میں ضروری عنوانات کے تحت دارالعلوم کا کچھ تاریخی مواد فراہم کرکے اس سنہ کے سالانہ جلسۂ تقسیم انعام میں پیش کیا۔ حاضرین جلسہ اور واردین وصادرین اس سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے اور ان کے چہروں پر خوشی کی چمک نمایاں طریق پر محسوس ہونے لگی۔ لیکن بہرحال روداد سرسٹھ سالہ تھی تو سرسٹھ سال ہی کی اس میں کارگذاری بھی دکھائی جاسکتی تھی اور وہ بھی ایک جلسہ میں پڑھی جانے والی روداد کی حیثیت سے مجمل اور مختصر بھی تھی جس سے اس عظیم ادارہ کی پوری پوری حقیقت اور اہمیت اور ہمہ گیر پوزیشن نمایاں نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے یہ روداد بھی ایک حد تک وقتی اور جزوی کاغذ ہی کی حیثیت میں رہ گئی جس سے یہ حقیقی منصوبہ پورا نہ ہوسکا اور بدستور دل کی یہ خلش قائم رہی کہ پورے دارالعلوم کی ایک اجمالی مگر مکمل تاریخ بیک وقت آنکھوں کے سامنے آسکے جس سے ادارہ کے سنوی یا وقتی حالات پر نہیں بلکہ خود ادارہ پر روشنی پڑسکے اور اس

کی اساسی اور عالمگیر نوعیت، اس کی رفتارِ ترقی اور ترقی پذیر منصوبوں کے درخشاں آثار کھل کر سامنے آجائیں جن سے بحیثیت مجموعی خود ادارہ کی حقیقی عظمت روشن نمایاں ہو۔

تب یہ اہم منصوبہ ایک مہم کے طور پر محترم سید محبوب صاحب رضوی انچارج محافظ خانہ دارالعلوم کے سپرد کیا گیا۔ واقعات کی جستجو اور تلاش کے لیے عنوانات کی ایک فہرست احقر نے انہیں دی۔ تاکہ ان نشانوں پر مواد بآسانی فراہم کیا جا سکے ساتھ ہی اپنی ذہنی معلومات بھی اُن کے سامنے رکھیں جو اکابرِ دارالعلوم کی مبارک مجلسوں اور صحبتوں کے ذریعہ میرے ذہن کی امانت بنی ہوئی تھیں۔ موصوف نے کام شروع کیا لیکن وہ اپنے دفتری فرائض، اور متعلقہ خدمات کے ساتھ خاطر خواہ اس موضوع پر کام نہ کر سکے اور کام بدستور تشنۂ تکمیل رہا۔

بالآخر قرعۂ فال محترم مولانا عزیز احمد صاحب قاسمی ناظم شعبۂ تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے نام پر نکلا جنہیں ذاتی طور پر بھی اس قسم کے امور کی تدوین و تالیف سے دلچسپی تھی۔ اور وہ دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کے متعدد اہم تاریخی نقشے تیار کر چکے تھے جن میں ادارہ کی اصولی اور اساسی معلومات کا اچھا خاصہ ذخیرہ فراہم ہو گیا تھا۔ اس لئے انہیں اس منصوبہ سے بطورِ خاص ذاتی دلچسپی پیدا ہوئی۔ احقر نے سابقہ عنوانات کی فہرست اُن کے سامنے رکھی اور پھر ان کی رسا طبیعت نے خود بھی مضمون خیز عنوانات پیدا کئے۔ جن سے احوال کے مختلف تاریخی پہلو سامنے آسکتے تھے۔ موصوف نے دارالعلوم کی قدیم و جدید رودادوں اور مستند دفتری کاغذات سے ان عنوانات کے تحت مواد فراہم کرنا شروع کر دیا۔ اور مرتب شدہ حصص وقتاً فوقتاً احقر کو دکھاتے رہے۔ جس میں ترمیم و تنسیخ، حذف و ازدیاد اور ترتیب میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ جا بجا نئی معلومات کا اضافہ کیا جاتا رہا۔

الحمد للہ کہ سال بھر کی عرق ریزی سے دارالعلوم کی اجمالی تاریخ پر ایک ایسا مجموعہ مرتب ہو گیا جس کے مطالعہ سے بالاجمال پورا دارالعلوم بیک وقت سامنے

آسکتا ہے اور واردین و صادرین کے یہ سوالات کہ "دارالعلوم کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کب سے ہے؟ کس سے ہے؟ کیا کر رہا ہے؟" وغیرہ وغیرہ اس سے بآسانی حل ہو سکتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر اس مجموعہ کے آئینہ میں دارالعلوم کی پوری تصویر اُن کے سامنے آسکتی ہے۔

میں محترم بھائی مولانا عزیز احمد صاحب قاسمی کا ممنون ہوں کہ ان کی شبانہ روز محنت سے میں اس مقصد میں کامیاب ہو سکا۔ اور آج دارالعلوم کی تاریخ کا یہ اجمالی مگر جامع خاکہ اس کے متوسلین، بہی خواہوں اور متعلقین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

اس تاریخ کو اردو سے عربی، انگریزی، ہندی اور گجراتی میں منتقل کرنے کا منصوبہ بھی پیش نظر ہے تاکہ ہند و بیرونِ ہند کے متعلقین دارالعلوم، مشتاقانِ دید اور بیرونی ممالک کے مختلف واردین و صادرین سیاح اور ساتھ ہی دور دراز ملکوں میں دارالعلوم کی محبت لئے ہوئے ہزاروں افراد اسے اپنی اپنی لغت کی آنکھ سے دیکھ سکیں۔ اردو کا ایڈیشن فی الحال پیش کیا جا رہا ہے۔ اور عربی، انگریزی، ہندی اور گجراتی کے ایڈیشن وسائل کی فراہمی کے بعد کسی قریبی مدت میں تیار کئے جا سکیں گے۔

اس مختصر تاریخ کے اوراق میں دارالعلوم کے اس قلمی چہرے کے ساتھ اس کے عکسی چہرے (فوٹو) بھی موقع بموقع دیئے گئے ہیں۔ تاکہ دارالعلوم کی معنویت سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی صورت سے بھی ایک حد تک شناسائی میسر آجائے۔

اس نوعیت کے ساتھ یہ تاریخ (۱۲۰) صفحات پر ہدیۂ ناظرین ہے۔ جس سے ہند و بیرونِ ہند میں اس کی سو سالہ سرگرمیوں اور غیر معمولی خدمات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے اور دیکھا جا سکتا ہے کہ اس ملک کی کوئی بھی علمی اور عملی، اخلاقی اور سیاسی، ملی اور دینی، تعلیمی اور تبلیغی تحریک اس کے فیوض سے [illegible]

یہ کہ خالی نہیں ہے بلکہ بہت حد تک اس کی قیادت اور اس کے فضلاء کی سیادت کی راہیں رفعت ہے۔

وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

واناالعبد الضعیف

محمد طیب غفرلہٗ۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۵؍محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر تاریخ دارالعلوم دیوبند

تمہید

تیرہویں صدی ہجری آخری سانس لے رہی تھی، ہندوستان میں اسلامی شوکت کا چراغ گل ہو چکا تھا، صرف دھواں باقی رہ گیا تھا جو چراغ بجھ جانے کا اعلان کر رہا تھا، دہلی کا تخت مغل اقتدار سے خالی ہو چکا تھا صرف ڈھول کی منادی میں ملک بادشاہ کا رہ گیا تھا۔ اسلامی شعائر رفتہ رفتہ رو بزوال تھے۔ دینی علم اور تعلیم گاہیں پشت پناہی ختم ہو جانے کی وجہ سے ختم ہو رہی تھیں۔ علمی خانوادوں کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ دینی شعور رخصت ہو رہا تھا اور جہل و ضلال مسلم قلوب پر چھاتا چلا جا رہا تھا۔ مسلمانوں میں پیغمبری سنتوں کے بجائے جاہلانہ رسوم و رواج، شرک و بدعت اور ہوا پرستی وغیرہ فروغ پکڑتے جا رہے تھے۔ مشرقی روشنی پھیکی پڑتی جا رہی تھی اور مغربی تہذیب و تمدن کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ جس سے دہریت و الحاد، فطرت پرستی اور بے قیدی نفس، آزادی فکر اور بیباکی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں جس سے نگاہیں خیرہ ہو چلی تھیں، اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہماری آنکھوں میں دھندلی نظر آنے لگی تھی اور اتنی دھندلی کہ اسلامی خد و خال کا پہچاننا بھی مشکل ہو چکا تھا۔ چمن اسلام میں خزاں کا دور دورہ تھا، خوش آواز اور شیریں ادا پرندوں کے زمزمے معدوم ہوتے جا رہے تھے اور ان کی جگہ زاغ و زغن کی مکروہ آوازیں

سنے سے ملی تھی یہ اور اسی قسم کے اور ہزارہا حوادث اور المناک واقعات کے چند اجمالی عنوانات ہیں جن سے اس وقت کے ہندوستان کی مسموم فضا کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں

اندکے باتو بگفتیم و بدل ترسیدم — کہ از دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ان حالات سے یقین ہو چلا تھا کہ اسلام کا چمن اب اجڑا اور یہ کہ اب ہندوستان بھی اسپین کی تاریخ دہرانے کے لیے کربستہ ہو چکا ہے کہ چند نفوس قدسیہ نے بالہام خداوندی اپنے دل میں ایک خلش اور کسک محسوس کی۔ یہ خلش علوم نبوت کے تحفظ دین کو بچانے اور اس کے راستے سے ستم رسیدہ مسلمانوں کو بچانے کی تھی۔ وقت کے یہ اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہوئے اور اس بارہ میں اپنی اپنی قلبی واردات کا تذکرہ کیا جو اس پر مجتمع تھیں کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعہ مسلمانان ہند کی حفاظت کی جائے اور تعلیم و تربیت کے راستے سے ان کی بقاء کا سامان کیا جائے اور اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ایک درسگاہ قائم کی جائے جس میں علوم نبویہ پڑھائے جائیں اور ان ہی کے مطابق مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور تمدنی زندگی اسلامی سانچوں میں ڈھالی جائے جس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی داخلی رہنمائی ہو۔ اور دوسری طرف خارجی مدافعت نیز مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات بھی پھیلیں اور ایمانداز سیاسی شعور بھی بیدار ہو۔ ان مقاصد کے لیے کمر باندھ کر اٹھنے والے یہ لوگ رسمی قسم کے رہنما اور لیڈر نہ تھے بلکہ علماء رسیدہ بزرگ اور اولیاء وقت تھے اور ان کی یہ باہمی گفت و شنید کوئی رسمی قسم کا مشورہ یا تبادلۂ خیال نہ تھا۔ بلکہ تبادلۂ الہامات تھا جیسا کہ میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی رحمہ اللہ مہتمم سادس دارالعلوم دیوبند سے سنا کہ وقت کے ان تمام اولیاء اللہ کے قلوب پر بیک وقت یہ الہام ہوا کہ اب ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ و بقا کی واحد صورت قیام مدرسہ ہے چنانچہ اس مجلس مذاکرہ میں کسی نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حفظ دین و مسلمین کے لئے اب ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ مجھے کشف ہوا ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہو۔ کسی نے کہا کہ میرے قلب پر وارد ہوا ہے کہ مدرسہ کا قیام ضروری ہے

کسی نے بہت صریح لفظوں میں کہا کہ مجھے منجانب اللہ الہام کیا گیا ہے کہ ان حالات میں تعلیم دین کا ایک مدرسہ قائم ہونا ضروری ہے۔ ان اہل اللہ کا اس تبادلۂ واردات کے بعد قیام مدرسہ پر جم جانا در حقیقت عالم غیب کا ایک مرکب اجماع تھا جو قیام مدرسہ کے بارہ میں منجانب اللہ واقع ہوا۔

اس سے جہاں یہ واضح ہے کہ اس وقت کے ہندوستان میں قیام مدرسہ کی یہ تجویز کوئی رسمی تجویز نہ تھی بلکہ الہامی تھی وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس تجویز کے پردہ میں ملک گیر اصلاح کی اسپرٹ چھپی ہوئی تھی جو محض مقامی یا ہنگامی نہ تھی کیونکہ اسلامی شوکت ختم ہو جانے کا اثر بھی مقامی نہ تھا جس کے تدارک کی فکر تھی۔ وہ پورے ملک پر پڑ رہا تھا اس لئے اس کے دفعیہ کی یہ ایمانی رنگ کی تحریک بھی مقامی انداز کی نہ تھی بلکہ اس میں عالمگیری پنہاں تھی۔ گو ابتداء میں اس کی شکل ایک چھوٹے سے تخم کی سی تھی مگر اس وقت اس میں ایک تناور شجرۂ طیبہ چھپا ہوا تھا جس کی جڑیں پہلے قلوب کی زمین میں پھیلی ہوئی تھیں اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اس سلسلہ میں ان نفوس قدسیہ کے سربراہ حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ تھے جنہوں نے اس غیبی اشارہ کو سمجھا اور اسے ایک تجویز کی صورت دی۔

بنائے دارالعلوم

کچھ وقت گذرنے کے بعد یہ مبارک تجویز عملی صورت میں نمودار ہوئی، اور ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو دارالعلوم کی بنا رکھ دی گئی

بنا رکھنے کی تفصیلات سوانح قاسمی میں ملیں گی۔ اس بنا میں خصوصیت سے حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب قدس سرہٗ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب قدس سرہٗ و حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ قابل ذکر ہیں جن کا ہاتھ ابتدا ہی سے تاسیس مدرسہ میں تھا۔ یہ حضرات خصوصیت سے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے دست و بازو رہے ہیں اور بنا مدرسہ کے بعد بھی اس کی ذمہ دار مجلس کے رکن رکین کی حیثیت سے مدرسہ کے تمام امور میں عملاً شریک رہے ہیں۔ بعد میں حضرت اقدس مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس خیر کے رکن رکین ہوئے اور بالآخر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد دیا پر دارالعلوم کے عہدۂ اہتمام پر فائز ہوئے اور آپ کا عہد اہتمام خیر و برکت کا سرچشمہ ثابت ہوا۔ دارالعلوم کی معنوی بنا کے لئے تو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ نے آٹھ اصول تحریر فرمائے جو اس ادارے میں تمام قوانین کے لئے اساس و بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ اصول عمل تجویز فرمائے جو اس ادارہ کے نظم و انتظام کی اساس و بنیاد ہیں۔ دونوں بزرگوں کے اصول ہشتگانہ درج ذیل ہیں جو اس دارالعلوم کی حکمت عملی اور نظم و انتظام کی اساس ہیں۔

اساسی اصول ہشتگانہ

از حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ

بانیٔ دارالعلوم دیوبند

(۱) اصل اول یہ ہے کہ تا مقدور کارکنان مدرسہ کی ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے۔ آپ کوشش کریں اوروں سے کرائیں۔ خیر اندیشان مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے۔

(۲) ابقاء طعام طلبہ بلکہ افزائش طعام طلبہ میں جس طرح ہو سکے خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں۔

(۳) مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور اسلوبی ہو۔ اپنی بات کی پچ نہ کی جائے۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بنیاد میں تزلزل آجائے گا۔

القصہ تہ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کے پس و پیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے سخن پروری نہ ہو اور اس لئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہار رائے میں کسی وجہ سے متامل نہ ہوں اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائے گی تو اگرچہ ہمارے مخالف ہی کیوں نہ ہو بدل و جان قبول کریں گے اور اسی وجہ سے یہ ضرور ہے کہ مہتمم امور مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے۔ خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہیں یا کوئی وارد و صادر جو علم و عقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو۔ اور نیز اسی وجہ سے ضرور ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئے اور بقدر ضرورت اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کیا گیا ہو تو پھر وہ شخص اس وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ مجھ سے کیوں نہ پوچھا۔ ہاں اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا تو پھر ہر اہل مشورہ معترض ہو سکتا ہے۔

(۴) یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علمائے روزگار خودبیں اور دوسروں کے درپے توہین نہ ہوں۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں۔

(۵) خواندگی مقررہ اسی انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو پوری ہو جایا کرے ورنہ یہ مدرسہ اول تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔

(۶) اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجا جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہو جائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا۔ القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی رہے۔

(۷) سرکار کی شرکت اور امراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔

(۸) تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندے سے امید ناموری نہ ہو۔ بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔

انتظامی اصول ہشتگانہ

از حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دوم دارالعلوم دیوبند

(۱) ہر کارخانہ کے امور جزئیہ کی بنا ایک شخص کی رائے پر رہنی چاہئے۔ اسی قاعدہ پر اس کارخانہ کے امور جزئیہ کے انجام میں کسی صاحب کو اہل مشورہ میں سے دخل ہو تو مشورہ اور رائے کہ وہ اپنے موقع پر اظہار فرمادیں جیسا اہل شوریٰ مل کر پسند کریں۔

(۲) امور جزئیہ میں جو کوئی صاحب بندہ کے مددگار ہوں گے یا اچھا مشورہ دیں گے بندہ

ان کا مشکور ہوگا مگر انجام ان کا موقوف بندہ ہی کی رائے پر رہنا چاہئے۔

(۳) جس کسی صاحب کو خواہ اہل شوریٰ خواہ اور عام خلق، کوئی امر قابل اعتراض معلوم ہو تو مہتمم سے مزاحمت نہیں جلسہ شوریٰ میں پیش کرکے اس کو طے کرالیں اور جیسا قرار پائے اس کے انجام پر مہتمم کو عذر نہ ہوگا۔

(۴) مشورہ کے جلسے جب کبھی ہوں بے حاضری مہتمم نہ ہوں گے اگرچہ اس کی ہی کسی بات پر خوردہ ہو اور یوں اہل شوریٰ کو اختیار اعتراض کا ہر وقت ہے اور مہتمم کو موقع جواب کا۔

(۵) مہتمم اگر اہل شوریٰ کے اجتماع تک کسی امر ضروری کے انجام پر انتظار نہ کر سکے تو بذریعہ خط سب صاحبوں کو اطلاع دیگا اور اس ضروری امر کو سب صاحبوں کو قبول کرنا ہوگا۔

(۶) آمدنی مدرسہ کی مہتمم کے ہاتھ میں رہے گی کیونکہ صرف ضروریہ کیلئے کسی قدر روپیہ مہتمم کے ہاتھ میں رہنا ضروری ہے حاجت ضروری سے زیادہ روپیہ جب جمع ہو جایا کرے گا تو خزانچی کے پاس جمع کر دیا جائے گا۔

(۷) ہر روز وقت مقررہ مدرسہ پر مہتمم مدرسہ میں جایا کرے گا اور اسی وقت میں امور متعلقہ مدرسہ کو انجام دیا کرے گا۔

(۸) مناسب ہے کہ سب اہل شوریٰ مل کر اپنے دستخط اس معروضہ پر فرمادیں کہ مہتمم کو جائے استدعا ہے۔

دستخط العبد محمد قاسم۔ دستخط العبد ذوالفقار علی۔ دستخط العبد محمد عابد، تحریر ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ

دارالعلوم کی تاسیس اور پیشین گوئیاں

دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ کی مسجد کہتے ہیں، ایک انار کا درخت ہے اسی درخت کے نیچے سے آب حیات کا یہ چشمہ پھوٹا اور اسی چشمہ نے ایک طرف تو دین کے چمن کی آبیاری شروع کر دی اور دوسری طرف اس کی تیز و تند رو نے شرک، بدعت، فطرت پرستی، الحاد و دہریت اور آزادیٔ فکر کے ان خس و خاشاک کو بھی بہانا اور راستہ سے ہٹانا شروع کر دیا جنہوں نے مسلمانوں کے قلوب میں جڑ پکڑ کر انہیں یہ روز بد دکھایا تھا

بانیٔ دارالعلوم کا یہ خواب کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے ہاتھوں اور پیروں کی دسوں انگلیوں سے نہریں جاری ہیں اور اطرافِ عالم میں پھیل رہی ہیں۔ پورا ہوا اور مشرق و مغرب میں علومِ نبوت کے چشمے جاری ہونے کی راہ ہموار ہو گئی۔ دارالعلوم کے مہتمم ثانی حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کا یہ خواب کہ علوم دینیہ کی چابیاں میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہیں، خواب ہی نہ رہا بلکہ حقیقت کے لباس میں جلوہ گر ہو گیا۔

اور اس مدرسہ کے ذریعہ ان چابیوں نے اُن قلوب کے تالے کھول دیئے جو علم کا ظرف تھے یا ظرف بننے والے تھے جن سے علم کے سوتے ہر طرف سے پھوٹنے لگے اور چند نفوس قدسیہ کا علم آن کی آن میں ہزارہا علماء کا علم ہو گیا۔ حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ دیوبند سے گزرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے تھے جہاں دارالعلوم کی عمارت کھڑی ہوئی ہے تو فرمایا تھا کہ "مجھے اس جگہ سے علم کی بو آتی ہے" یہی وہ خوشبو جس کو سید صاحبؒ کی روحانی قوت شامہ نے سونگھا تھا ایک سدا بہار گلاب کے پھول بلکہ گلاب آفریں درخت کی شکل میں آگئی جس سے ہزاروں پھول کھلے اور ہندوستان کا اُجڑا ہوا چمن تختۂ گلاب بن گیا کسے معلوم تھا کہ یہ خوشبو بیج بنے گی، بیج سے گل کھلے گی، شگفتہ گل سے پھول بنے گی، پھول سے گلدستہ بنے گی اور اس گلدستہ کی خوشبو سے سارا عالم انسانی مہک اُٹھے گا۔ اور کسے پتہ تھا کہ ایشیاء کی فضا میں مغربی استعماریت کے جو جراثیم پھیلے ہوئے ہیں وہ اس کی جراثیم کش مہک سے آپ ہی اپنی موت مرنے شروع ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس وقت کے برطانوی ہند میں فاتح قوم (انگریز) کو فکر تھی کہ ہندوستان کے دل و دماغ کو یوروپین سانچوں میں کس طرح ڈھالا جائے جس سے برطانویت اس ملک میں جڑ پکڑ سکے۔ ظاہر ہے کہ دل و دماغ کے بدل دینے کا واحد ذریعہ تعلیم ہو سکتی تھی۔ جس نے ہمیشہ اُن سانچوں میں دلوں اور دماغوں کو ڈھالا ہے جن کو لے کر تعلیم آگے آتی ہے اس لئے ہندوستان کو فرنگی رنگ میں ڈھالنے کے لئے لارڈ میکالے نے تعلیم کی اسکیم پیش کی اور وہ اسکول اور کالج کی تعلیم کا نقشہ لے کر

یوروپ سے ہندوستان پہنچا، اور یہ نعرہ بلند کیا کہ "ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ اور نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے انگلستانی ہوں" یقیناً یہ آواز جب کہ ایک فاتح اور برسر اقتدار قوم کی طرف سے اٹھا اور تھا بھی وہ تعلیم کا ___ جو بذاتِ خود ایک انقلاب آفریں حربہ ہے تو اُس نے ملک کے ذہنی انقلاب کا خاطر خواہ اثر ڈالا۔ اس تعلیم سے ایسی نسلیں اُبھرنی شروع ہو گئیں جو اپنے گوشت پوست کے لحاظ سے یقیناً ہندوستانی تھیں۔ لیکن اپنے طرزِ فکر اور سوچنے کے ڈھنگ کے اعتبار سے انگریزی جامہ میں نمایاں ہونے لگیں۔ اسی ذہنی مگر خطرناک انقلاب کو دیکھ کر بانیٔ دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے دارالعلوم قائم کر کے اپنے عمل سے یہ نعرہ بلند کیا کہ ______

"ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں ___ جن میں اسلامی تہذیب و تمدن کے جذبات بیدار ہوں اور دین و سیاست کے لحاظ سے ان میں اسلامی شعور زندہ ہو۔ اس کا ایک ثمرہ یہ نکلا کہ مغربیت کے ہمہ گیر اثرات پر بریک لگ گیا اور بات یکطرفہ نہ رہی بلکہ ایک طرف اگر مغربیت شعار افراد نے جنم لینا شروع کر دیا تو دوسری طرف مشرقیت نواز اور اسلامیت طراز جنہیں بھی برابر کے درجہ میں سامنے آنا شروع ہو گیا جس سے یہ خطرہ باقی نہ رہا کہ مغربی سیلاب سارے خشک و تر کو بہا لیجائیگا بلکہ اگر اس کی زد کا ریلا بہاؤ پر آئے گا تو ایسے بند بھی باندھ دیئے گئے ہیں جو اُسے آزادی سے آگے نہ بڑھنے دیں گے۔ بہر حال وہ ساعت محمود آگئی کہ مدرسہ کا آغاز ہوا اور اُس کی یہ تعمیر و فارغ کی کی تعلیم عملاً ساحت وجود پر آگئی۔ ملا محمودؒ دیوبندی نے (جو حضرت بانیٔ دارالعلوم کے امر پر مدرسہ دیوبند کا یہ تعلیمی منصوبہ جاری کرنے کے لئے بحیثیت مدرس میرٹھ سے دیوبند تشریف لائے) ۔۔۔ اپنے سامنے ایک شاگرد کو (کہ اُن کا نام بھی محمود ہی تھا اور آخر کار شیخ الہند مولانا محمود حسن کے لقب سے دنیا میں مشہور ہوئے) بٹھا کر کسی عمارت میں نہیں جو مدرسہ کے نام سے بنائی گئی ہو بلکہ چھتہ کی مسجد کے کھلے صحن میں ایک انار

کے درخت کے سایہ میں بیٹھ کر اس مشہور عالم درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا افتتاح کردیا نہ کوئی مظاہرہ تھا نہ شہرت پسندی کا رد کا سا اور جذبہ نہ نام و نمود کی تڑپ تھی۔ اور نہ پوسٹر و اشتہارات کی بھرمار۔ بس ایک شاگرد اور ایک استاد، شاگرد بھی محمود اور استاد بھی محمود، دو نفر سے یہ لاکھوں کے ایمانوں کی حفاظت کی اسکیم معرض وجود میں آگئی۔ سادگی اور ندرت ایمان کا وہ درد وہ شمر و نما ہوگیا جو سنت نبوی اور اتباع سلف کی روح ہے مقصد نہ نمود تھا نہ تنعم، نہ تعیش نہ تمون نہ تفاخر، نہ تکاثر بلکہ صرف ما انا علیہ الیوم و اصحابی کا مرقع بنانا اور ”علیکم بسنتی“ و ”واتبع سبیل من اناب الی“ کی سیدھی راہ کی عملی تصویر کھینچی تھی۔ اور اس تصویر کشی میں کمال احتیاط و اعتدال بھی پیش نظر تھا کہ صراط مستقیم کے یہ خطوط کہیں ان بہتر فرقوں کے خطوط سے نہ مل جائیں جنہیں شریعت کی اصطلاح میں سُبل متفرقہ کہا گیا ہے۔

ہٹنا وہ وہ طریق حسنہ کے مدرسے ہیں اپنا ہے وہ طریق نہ یا جسد سے ہے

اس لئے جامعیت و اعتدال اور دین و دانش کے ملے جلے اندازوں کے ساتھ اس درسگاہ میں تعلیم و تربیت کا خط مستقیم کھینچا گیا ـــــــــــ

۳۔ دارالعلوم کا سلسلہ سند و استناد

دارالعلوم دیوبند کا سلسلہ سند حضرت الامام شاہ ولی اللہ صاحب فاروقی قدس سرہ العزیز سے گذرتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب اس جماعت دیوبند کے مورث اعلیٰ ہیں جن کے مکتب فکر سے اس جماعت کی تشکیل ہوئی حضرت ممدوح نے اولاً اس وقت کے ہندوستان کے فلسفیانہ مزاج کو اچھی طرح پرکھا پھر علوم شریعت کو ایک مخصوص جامع عقل و نقل طرز میں پیش فرمایا جس میں نقل کو عقل کے جامہ میں ملبوس کرکے نمایاں کرنے کا ایک خاص حکیمانہ انداز نمایاں تھا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند نے ولی اللہی سلسلہ کے تلمذ سے اس رنگ کو نہ صرف اپنایا جو انہیں ولی اللہی خاندان سے ورثہ میں ملا تھا بلکہ مزید تنور کے ساتھ اس کے نقش و نگار میں اور رنگ بھرا۔ اور وہی منقولات جو حکمت

ولی اللہی میں معقولات کے لباس میں جلوہ گر تھے۔ حکمت قاسمیہ میں محسوسات کے لباس میں جلوہ گر ہوگئے۔ پھر آپ کے سہل ممتنع انداز بیان نے دین کی انتہائی گہری حقیقتوں کو جو بہ شمہ علم لدنی کے خزانہ سے ان پر بالہام غیب منکشف ہوئیں، استدلالی و بیانی رنگ میں آج کی خوگر محسوس یا حس پرست دنیا کے سامنے پیش کردیا اور ساتھ ہی اس خاص مکتب فکر کو جو ایک خاص طبقہ کا سرمایہ اور خاص حلقہ تک محدود تھا دارالعلوم دیوبند جیسے ہمہ گیر ادارہ کے ذریعہ ساری اسلامی دنیا میں پھیلا دیا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ولی اللہی مکتب فکر کے تحت دیوبندیت درحقیقت قاسمیت یا قاسمی طرز فکر کا نام ہے۔

حضرت نانوتوی قدس سرہ کے وصال کے بعد اس دارالعلوم کے سرپرست ثانی قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے قاسمی طرز فکر کے ساتھ دارالعلوم کی تعلیمات میں فقہی رنگ بھرا جس سے اصول پسندی کے ساتھ فروع فقہیہ در جزئیاتی تربیت کا قوام بھی پیدا ہوا اور اسیطرح فقہ اور فقہا کے سرمایہ کا بھی اس میراث میں اضافہ ہوگیا!

ان دونوں بزرگوں کی وفات کے بعد دارالعلوم کے ذلیج صدر مدرس جامع العلوم اور شاہ عبدالعزیز ثانی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ نے جو حضرت بانی دارالعلوم سے سلسلہ تلمذ بھی رکھتے تھے۔ دارالعلوم کی تعلیمات میں عاشقانہ والہانہ اور مجذوبانہ جذبات کا رنگ بھرا جس سے یہ میراث دوآتشہ ہوگئی۔

آپ کے وصال کے بعد دارالعلوم دیوبند کے سرپرست ثالث شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند جو حضرت بانی دارالعلوم قدس سرہ کے تلمیذ خاص بلکہ علم و عمل میں نمونہ خاص تھے ان تمام الوان علوم کے مجمع البحرین ہوئے اور انہوں نے چالیس سال دارالعلوم کی صدارت تدریس کی لائن سے علوم و فنون کو تمام منطقہ ہائے اسلامی میں پھیلا یا اور ہزارہا تشنگان علوم ان کے دریائے علم سے سیراب ہوکر اطراف میں پھیل گئے اس لحاظ سے یوں سمجھنا چاہئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ جماعت دارالعلوم کے جد امجد ہیں۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ جد قریب۔ حضرت گنگوہی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب

نانوتویؒ، شیخ الہند اور حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ یہ بزرگوار ہیں۔

۴۔ دارالعلوم کا مسلک

علمی حیثیت سے یہ ولی اللّٰہی جماعت مسلکاً اہل السنت والجماعت ہے جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اجماع و قیاس پر قائم ہے اس کے نزدیک تمام مسائل میں اولین درجہ نقل و روایت اور آثار سلف کو حاصل ہے جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے اس کے یہاں کتاب و سنت کی مرادات، اقوال سلف اور ان کے متوارث مذاق کی حدود میں محدود رہ کر محض قوت مطالعہ سے نہیں بلکہ اساتذہ و شیوخ کی صحبت و ملازمت اور تعلیم و تربیت ہی سے متعین ہو سکتی ہیں۔ اسی کے ساتھ عقل و درایت اور تفقہ فی الدین بھی اس کے نزدیک فہم کتاب و سنت کا ایک بڑا اہم جزو ہے وہ روایات کے مجموعے سے حنفی فقہ کی روشنی میں شارع علیہ السلام کی غرض و غایت کو سامنے رکھ کر تمام روایات کو اسی کیساتھ وابستہ کرتا ہے اور سب کو درجہ بدرجہ اپنے اپنے محل کا اسطرح چسپاں کرتا ہے کہ وہ ایک ہی زنجیر کی کڑیاں دکھائی دیں اس لیے جمع بین الروایات اور تعارض کے وقت تطبیق احادیث اس کا خاص اصول ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کر دینا نہیں چاہتا جبتک کہ وہ قابل احتجاج ہو اسی بنا پر اس جماعت کی نگاہ میں نصوص شرعیہ میں کہیں تعارض اور اختلاف نہیں محسوس ہوتا بلکہ سارے کا سارا دین تعارض و اختلاف سے منزہ رہ کر ایک ایسا گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں ہر رنگ کے علمی و عملی پھول اپنے اپنے موقع پر سجے ہوئے نظر آتے ہیں اسی کے ساتھ بطریق اہل سلوک جو رسمیات اور رواجی و نمائشی حال و قال سے بیزار و بری ہے، تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن بھی اس کے مسلک میں ضروری ہے۔ اس نے اپنے منتسبین کو علم کی رفعتوں سے بھی نوازا اور عبدیت و تواضع جیسے انسانی اخلاق سے بھی مزین کیا اور اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار، استغنا اور غنائے نفس (علمی حیثیت سے) کی بلندیوں پر فائز ہوئے ہیں فروتنی، خاکساری اور ایثار و زہد کے متواضعانہ جذبات سے بھی بھرپور ہوئے نہ رعونت اور کبر و نخوت کا شکار ہوئے، اور نہ ذلت نفس اور مسکنت میں گرفتار۔ وہ جہاں علم و اخلاق کی بلندیوں

پر پہنچ کر عوام سے اونچے دکھائی دیتے تھے وہیں عجز و نیاز، تواضع و فروتنی اور لا امتیازی کے جوہروں سے مزین ہو کر عوام میں ملے جلے اور ان کا خادم الناس بھی ہے جہاں مجاہدہ و مراقبہ سے خلوت پسند ہوتے وہیں مجاہدانہ اور غازیانہ اسپرٹ نیز قومی خدمت کے جذبات سے جلوت آرا بھی ثابت ہوئے۔ غرض علم و اخلاق، خلوت و جلوت اور مجاہدہ و جہاد کے مخلوط طبعی دواعی سے ہر دائرہ دین میں اعتدال اور میانہ روی ان کے مسلک کی امتیازی شان بن گئی۔ جو علوم کی جامعیت اور اخلاق کے اعتدال کا قدرتی ثمرہ ہے اسی لیے ان کے محدث ہونے کے معنی فقیہ سے لڑنے یا فقیہ ہونے کے معنی محدث سے بیزار ہو جانے یا نسبت روحانی (تصوف پسندی) کے معنی متکلم دشمنی یا علم کلام کی مذاقت کے معنی تصوف بیزاری کے نہیں، بلکہ اس کے جامع مسلک کے تحت اس تعلیم گاہ کا فاضل درجہ بدرجہ بیک وقت محدث، فقیہ، مفسر، مفتی، متکلم، صوفی (محسن)، اور حکیم و مربی ثابت ہوا جس میں زہد و قناعت کیساتھ عدم تقشف، حیا و انکسار کیساتھ عدم مداہنت، رأفت و رحمت کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قلبی یکسوئی کیساتھ قومی خدمت اور خلوت و انجمن کے ملے جلے جذبات راسخ ہو گئے ادھر علم و فن، اور تمام ارباب علوم و فنون کے بارے میں اعتدال پسندی اور حقوق شناسی نیز ادائیگی حقوق کے جذبات نہیں بلکہ جوہر نفس پیوست ہو گئے۔ بنا بریں دینی شعبوں کے تمام ارباب فضل و کمال اور اکابر ملت خواہ محدثین ہوں یا فقہا، صوفیا ہوں یا عرفا، متکلمین ہوں یا اصولیین، امراء اسلام ہوں یا خلفا اس کے نزدیک سب واجب الاحترام اور واجب العقیدت ہیں۔ اسلئے جذباتی رنگ سے کسی طبقہ کو بڑھانا اور کسی کو گرانا یا مدح و ذم میں حدود شرعیہ سے بے پروا ہو جانا اس کا مسلک نہیں۔ اس جامع طریق سے دارالعلوم نے اپنی علمی خدمات سے شمال میں سائبیریا سے لیکر جنوب میں سماترا اور جاوا تک اور مشرق میں برما سے لیکر مغربی سمتوں میں عرب اور افریقہ تک علوم نبویہ کی روشنی پھیلا دی جس سے پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں دوسری طرف سیاسی خدمات سے بھی اس کے فضلاء نے کسی وقت بھی پہلو تہی نہیں کی حتی کہ ۱۸۰۳ء سے ۱۹۴۷ء تک اس جماعت کے افراد

نے اپنے اپنے رنگ میں بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں کسی وقت بھی ان بزرگوں کی سیاسی اور مجاہدانہ خدمات پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا بالخصوص تیرھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں مغلیہ حکومت کے زوال کی ساعتوں میں خصوصیت سے حضرت شیخ المشائخ مولانا حاجی محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی سرپرستی میں ان کے ان دو مریدانِ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ اور ان کے متبعین اور متوسلین کی مساعی انقلاب جہادی اقدامات اور حریت و استقلال کی فدا کارانہ جد و جہد اور گرفتاریوں کے وارنٹ پیمان کی قید و بند وغیرہ وہ تاریخی حقائق ہیں جو نہ جھٹلائی جا سکتی ہیں نہ جھٹلائی جا سکتی ہیں جو لوگ ان حالات پر محض اس لئے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ وہ خود اس راہِ سرفروشی میں قبول نہیں کئے گئے تو اس سے خود ان ہی کی نامقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ اس بارہ میں ہندوستان کی تاریخ سے باخبر اور ارباب تحقیق کے نزدیک ایسی تحریریں خواہ وہ کسی دیوبندی المسلک کی ہوں یا غیر دیوبندی کی جن سے ان بزرگوں کی ان جہادی خدمات کی نفی ہوتی ہو لایعنی اور قطعاً ناقابل التفات ہیں۔ اگر حسن ظن سے کام لیا جائے تو ان تحریرات کی زیادہ سے زیادہ توجیہ صرف یہ کی جا سکتی ہے کہ ایسی تحریریں وقت کے مرعوب کن عوامل کے نتیجہ میں محض ذاتی حد تک حزم و احتیاط کا مظاہرہ ہیں۔ ورنہ تاریخی اور واقعاتی شواہد کے پیشِ نظر ان کی کوئی اہمیت ہے اور نہ وہ قابلِ التفات ہیں۔ ان خدمات کا سلسلہ مسلسل آگے تک بھی چلا اور انہیں متوارث جذبات کے ساتھ ان بزرگوں کے اخلاف رشید بھی سرفروشانہ انداز سے قومی اور ملی خدمات کے سلسلہ میں آگے آتے رہے خواہ وہ تحریک خلافت ہو یا استخلاصِ وطن اور بروقت انقلابی اقدامات میں اپنے منصب کے مطابق حصہ لیا۔ مختصر یہ کہ علم و اخلاق کی جامعیت اس جماعت کا طرۂ امتیاز رہا اور وسعت نظری، روشن ضمیری اور رواداری کیساتھ دین و ملت اور قوم و وطن کی خدمت اس کی مخصوص شعار لیکن ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اس جماعت میں مسئلہ تعلیم کو حاصل رہی ہے جب کہ یہ تمام شعبے علم ہی کی روشنی میں صحیح طریق پر بروئے کار آ سکتے تھے۔ اور اسی

پہلو کو اس نے نمایاں رکھا۔ اس لئے اس مسلک کی جامعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جامع علم و معرفت، جامع عقل و عشق، جامع عمل و اخلاق، جامع مجاہدہ و جہاد، جامع دیانت و سیاست، جامع روایت و درایت، جامع خلوت و جلوت، جامع عبادت و مدنیت، جامع حکم و حکمت، جامع ظاہر و باطن اور جامع حال و قال ہے۔ اس مسلک کو جو سلف و خلف کی نسبتوں سے حاصل شدہ ہے اگر اصطلاحی الفاظ میں ادا کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دار العلوم دیناً مسلم، فرقۃً اہل سنت والجماعت، مذہباً حنفی، مشرباً صوفی، کلاماً اشعری، سلوکاً چشتی بلکہ جامع سلاسل، فکراً ولی اللٰہی، اصولاً قاسمی، فروعاً رشیدی اور نسبتاً دیوبندی ہے۔

اس سلسلہ میں چونکہ "مسلکِ دار العلوم" کے نام سے ہم نے ایک مستقل رسالہ لکھ دیا ہے اس لئے اس موقع پر اس کی زیادہ تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اس کے بعض جامع جملے اس تحریر میں لے لئے گئے ہیں تفصیلات کے لئے اس رسالہ کی مراجعت کی جا سکتی ہے۔

دار العلوم دیوبند کا مجموعی مذاق

اور اس کی تربیت کا رُخ

۱۸۵۷ء کے بعد کے دور میں جب کہ مسلمانوں کی شوکت ہندوستان سے پامال ہو چکی تھی اور معاشرت میں ہمہ گیر انقلاب اور تبدیلی آ چکی تھی دار العلوم نے ان بدلتے ہوئے حالات میں جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ کہ مسلمانوں میں عقائد و دین و مذہب اور عام معاشرت تبدیل نہیں ہونے دی کہ وہ حالات کی رو میں بہہ جائیں پختگی اور عزیمت کے ساتھ انہیں اسلامی سادگی اور دینی ثقافت کے زاہدانہ و متوکلانہ اخلاق پر قائم رکھا مگر اس حکمت کے ساتھ کہ عوام کی حد تک اندرونِ حدود جائز توسعات سے گریز نہیں کیا جو بدلتے ہوئے تمدن و معاشرت میں طبعی طور پر ناگزیر تھا مگر خواص کی حد تک دائرہ وسیع نہیں ہونے دیا جس سے عام مسلمانوں میں اسلامی مدنیت کا سادہ و نقشہ قائم رہا اور جدید تمدن و معاشرت میں اغیار کی نقالی کا غلبہ

نہیں ہوسکا اور اسلامی غیرت وحمیت باقی رہ گئی، مرعوبیت اور احساس کمتری قلوب میں جگہ نہیں پا پایا ضمیر کی حریت و آزادی کا پورا پورا تحفظ کیا اور تنہا اختیار کے بجائے سنتِ نبویہ کو معیارِ زندگی بنانے کے جذبات قلوب میں پیدا کیے جس سے عام تمدن و معاشرت میں پرہیزگاری اور تقویٰ و طہارت کے دواعی ابھار کر دیے۔

بلحاظ حقیقت یہ سب کچھ اس کا ثمرہ تھا کہ دارالعلوم اور اس کے پیروؤں کے مسلک نے زندگی کے معاملات کی اساس وہبی و مسموع اور عقل محض پر نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے ڈالے ہوئے راستہ پر یعنی محبت و عشق پر رکھی جو ایمان کا بنیادی جوہر اور غالب عنصر ہے فلسفہ، مخترعات اور دنیوی فکر کی راہ سے جاتا ہے اور عشق و محبت اتباع و ادب کی راہ چلاتا ہے۔ فلسفہ کی بنیاد چونکہ عقلی مخترعات پر ہے اس لئے اگلا مسئلہ اپنے ہی تحقیق اور تنقید کو اپنا دائمی حق سمجھتا ہے اور نبوت کی بنیاد چونکہ وحی اور عشق و محبت فداکاری پر ہے اس لئے ہر اگلا پیغمبر پچھلے پیغمبر کی تصدیق و محبت کو جزو ایمان بتاتا ہے۔ اور روحانی جذبات کا یہی فرق فلاسفہ اور انبیاء کے متبعین میں بھی ہے پس دارالعلوم کے طرز تربیت اور تعلیم وتمدن کا اہم جزو چونکہ وحی ہی کے ساتھ ہمہ وقتی شغل و اشتغال اور قال اللہ وقال الرسول ہی کا ماحول مشغلہ تھا اس لئے طبعی طور پر اس کے حلقوں میں ادب، اتباع اور عشق و محبت کی بنیادیں استوار ہوئیں اور ان کا اثر دین کی تعمیر یعنی دیانت، معاشرت اور عادات و عبادات میں آنا ناگزیر تھا اس لئے اس نے بدلتے ہوئے حالات پر پچھلوں کے نقش قدم کو برقرار رکھا اور زمانہ کی رو میں عوام کو کلیتہً بہنے نہیں دیا اور اس کی اس عزیمت کی عظمت دوستوں اور مخالفوں سب نے تسلیم کی۔

لیکن ان بزرگوں نے اس دور میں اپنے حسن نیت اور اخلاق سے ہندوستانی مسلمانوں کی عزت نفس اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان کی مادی سربلندی کیلئے مساعی بجا دی ان سے کبھی آویزش نہیں کی البتہ ان کے کسی اقدام سے اگر دینی یا دینی ذوق اور دین کے کسی عقیدہ و عمل کو متاثر ہوتے دیکھا تو اس کا کھل کر مقابلہ کیا اور اس طرح امکانی حد تک دین میں آزاد فکری، آزاد روی اور بے قیدی کی مداخلت کے راستے روکے

دارالعلوم کی مجالس

دارالعلوم میں تین ذمہ دار مجالس ہیں

۱- مجلس شوریٰ ۲- مجلس عاملہ ۳- مجلس علمیہ

۱- مجلس شوریٰ: یہ مجلس دارالعلوم کی سب سے بڑی با اختیار مجلس ہے۔ دارالعلوم کا تمام نظم و نسق اسی جماعت کے ہاتھ میں ہے اس کی جملہ تجاویز برائے ادارہ نظم و تعلیم تعلیمی اور جملہ کارکنان دارالعلوم کے لیے واجب التعمیل ہوتی ہے اس مجلس کے ارکان کی تعداد ۲۰ ہے جس میں کم از کم ۱۱ علماء کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اور باقی ارکان مسلمانوں کے دیگر طبقات سے منتخب ہو سکتے ہیں مگر حتی الامکان دو ممبر باشندگان دیوبند سے لئے جاتے ہیں۔ مہتمم اور صدر مدرس بحیثیت عہدہ مجلس شوریٰ کے رکن رہتے ہیں۔ اس مجلس کے سال میں دو جلسے ہوتے ہیں۔ ایک محرم میں دوسرا رجب میں۔ اس مجلس کا کورم سات ہوتا ہے۔

۲- مجلس عاملہ: یہ مجلس مجلس شوریٰ کے ماتحت ایک مستقل مجلس ہے جو مجلس شوریٰ کے فیصلوں اور منظور کردہ تجاویز کے عمل درآمد کے سلسلہ میں ذمہ داریوں کے طریق عمل پر لحاظ رکھتی ہے نظم و تعلیم اور روز مرہ کے حسابات کی کارکردگی کی نگرانی اس کے ذمہ ہے۔ اس مجلس کے ارکان کی تعداد نو ہے۔ مہتمم اور صدر مدرس باعتبار عہدہ اس کے مستقل رکن ہوتے ہیں۔ بقیہ سات ممبر مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ اس مجلس کا انتخاب سالانہ ہوتا ہے۔ مجلس عاملہ کے سال بھر میں چار جلسے ہوتے ہیں، پہلا جلسہ ذوالحجہ میں دوسرا جمادی الاول تیسرا شعبان میں اور چوتھا ذیقعدہ میں۔ مجلس عاملہ کا کورم پانچ ہے

۳- مجلس علمیہ: تمام درجات عربی، فارسی، اردو، دینیات اور تجوید وغیرہ کے تعلیمی کاموں میں صدر المدرسین کو مشورہ دینے کے لیے ایک مجلس ہے جس کا نام مجلس علمیہ ہے۔ اس کے ممبران میں صدر المدرسین، مہتمم دارالعلوم اور اساتذہ طبقہ اعلیٰ شامل ہیں۔

دارالعلوم کے شعبہ جات

دارالعلوم دیوبند کے شعبہ جات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

(۱) تعلیمی شعبہ جات (ب) تنظیمی شعبہ جات (ج) مالی شعبہ جات

(۱) تعلیمی شعبہ جات کے ماتحت حسب ذیل شعبہ جات آجاتے ہیں

(۱) شعبۂ تعلیم عربی :- اس میں میزان الصرف سے لیکر دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہوتی ہے اس کی کتابیں تقریباً سب عربی میں ہیں مگر ذریعۂ تعلیم اردو زبان ہے اس شعبہ کا نصاب ۸ سال کا ہے

(۲) شعبۂ تعلیم فارسی :- اس شعبہ میں زبان فارسی کی تعلیم ابتدا سے لیکر مثنوی مولانا روم تک ہوتی ہے یہاں بھی ذریعۂ تعلیم اردو زبان ہے۔ فارسی زبان کے علاوہ حساب، اقلیدس، جغرافیہ، ہندی اور تاریخ وغیرہ بھی نصاب میں داخل ہے۔ اس شعبہ کا نصاب ۵ سال کا ہے۔

(۳) شعبۂ تجوید و قرأۃ :- اس شعبہ میں تمام طلبہ کو لازمی مضمون کے طور پر پارہ عم کی مشق تجوید کے ماتحت کرائی جاتی ہے جس کے بغیر طالب علم کو سند الفراغ نہیں دی جاتی، اور جو طلبہ قاعدہ فن تجوید کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں تجوید کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اور عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے اور تکمیل کے بعد اس درجہ کی مستقل سند بھی دی جاتی ہے۔

(۴) شعبۂ تعلیم قرآن شریف ناظرہ :- اس شعبہ میں جو طلبہ قرآن شریف حفظ کرنا چاہتے ہیں انہیں حفظ کرایا جاتا ہے۔

(۵) شعبۂ ابتدائی دینیات و تعلیم قرآن شریف ناظرہ :- اس شعبہ میں بچوں کو قرآن شریف ناظرہ پڑھایا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ اردو زبان، دینیات، حساب، جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ اس شعبہ کا نصاب چار سال کا ہے۔

(۶) صفِ عربی :- اس شعبہ میں طلبہ کو جدید عربی میں تقریر و تحریر کی مشق کرائی جاتی ہے۔

(۷) صفِ انگریزی :- اس شعبہ میں طلبہ کو انگریزی زبان پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے جس کے تحت وہ دینی علوم و مسائل کی انگریزی زبان میں تقریر کر سکیں۔

(۸) شعبۂ خوشنویسی :- اس شعبہ میں تمام طلبہ کو خوشنویسی کی مشق کرائی جاتی ہے اس شعبہ کے دو درجے ہیں۔ ایک درجہ محض خط کی صفائی کا ہے تاکہ طالب علم بدخطی کے عیب سے محفوظ ہو جائے اور دوسرا درجہ فن کتابت ——— کی فنی تکمیل کا ہے جس کے لئے طلبا کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ اور اس درجہ کی مدت نصاب پوری کر کے اس فن کی سند کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جو طلبہ فن کتابت سیکھنا چاہتے ہیں انہیں فن اردو عربی رسم خط میں کر تکمیل کرا دی جاتی ہے یہ درجہ لازمی مضمون کا نہیں ہے۔

(۹) جامعہ طبیہ :- اس شعبہ میں طلبہ کو طب قدیم و جدید مع سرجری وغیرہ پڑھائی جاتی ہے اور اس کی تکمیل پر باقاعدہ سند دی جاتی ہے جو گورنمنٹ کی جانب سے منظور شدہ ہے۔

(۱۰) دارالصنائع :- اس شعبہ میں طلبہ کو ابتدائی درجہ کی کچھ دستکاریاں سکھائی جاتی ہیں۔ جیسے لیدر ورک، سوٹ کیس، جوتے، ہولڈال وغیرہ نیز خیاطی اور جلد سازی کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ ایک طالب علم ضرورت کے وقت کسب معاش سے عاری نہ رہے۔

(۱۱) شعبۂ مطالعہ علوم قرآنی :- اس شعبہ میں قرآن پاک پر ریسرچ کا انتظام ہے۔

(۱۲) شعبۂ تعلیم الافتاء :- منتخب طلبہ کو فتویٰ نویسی کی مشق کرانے کیلئے یہ شعبہ دارالافتاء کی نگرانی میں قائم کیا گیا ہے جس میں ہر سال اعلیٰ استعداد کے طلبہ کی ایک مختصر جماعت فتویٰ نویسی کے لیے منتخب کی جاتی ہے جس کے لیے ایک کمیٹی زیر صدارت مہتمم دارالعلوم انتخاب کا کام سالانہ انجام دیتی ہے اور فارغ شدہ طلبہ کو افتاء کی سند دی جاتی ہے۔

(۱۳) مجلس معارف القرآن (اکیڈمی قرآن عظیم) :- یہ ایک تصنیفی ادارہ ہے جو اپنے علم اور کاموں میں مستقل اور آزاد ہے مگر دارالعلوم کی سرپرستی میں قائم ہے اور دارالعلوم ہی کا ادارہ ہے جو محمد طیب مہتمم دارالعلوم کی صدارت میں کام کر رہا ہے اس کی مجلس منتظمہ الگ ہے۔ اس ادارہ کا مقصد قرآنی علوم کی ریسرچ اور تحقیق کے ساتھ وقت کے الجھے ہوئے

مسائل کو قرآن حکیم کی روشنی میں حل کر کے اس طرح پیش کرنا ہے کہ قرآن حکیم دنیا کا رہنما اور امام ثابت ہو اور دنیا کو قرآن حکیم سے دلچسپی حاصل کرنے کی رغبت اور امنگ پیدا ہو۔

(۴) دارالافتاء:۔ اس شعبہ سے ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات پر فتوے دئے جاتے ہیں، یہ شعبہ درحقیقت اسلامی عدلیہ کا شعبہ ہے جس کے ماتحت مسلمانوں کا پرسنل لا ان کے ذاتی خانگی اور اجتماعی معاملات میں ان کے سامنے رکھا جاتا ہے جس سے اسلامی قانون بڑی حد تک محفوظ ہے۔ اوپر کے شعبے تعلیم خواص کے ہیں، اور یہ شعبہ تعلیم عوام کا ہے جو گھر بیٹھے انہیں دی جاتی ہے۔

(ب) انتظامی شعبہ جات

انتظامی شعبہ جات کے تحت حسب ذیل شعبہ جات آتے ہیں۔

(۱) کتب خانہ:۔ اس شعبہ میں درسی، غیر درسی کتب اور مخطوطات کے عظیم ذخیرے محفوظ ہیں، جن میں سے تمام طلبہ و مدرسین کو مفت کتابیں دی جاتی ہیں اور باہر سے جو حضرات ریسرچ اور تحقیق کرنے آتے ہیں ان کیلئے مطالعہ کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

(۲) مطبخ:۔ اس شعبہ میں طلبہ کے لئے کھانا تیار کیا جاتا ہے، دو وقت میں تقریباً ۰۰۰ طلبہ کا کھانا تیار ہوتا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے جو مستطیع طلبہ قیمتاً کھانا خریدتے ہیں ان سے کوئی نفع نہیں لیا جاتا بلکہ صرف اصل لاگت وصول کی جاتی ہے۔

(۳) تعمیرات:۔ یہ ایک مستقل شعبہ ہے جس کا کام بارہ مہینے جاری رہتا ہے۔ دارالعلوم کی نئی عمارتوں کی تعمیرات اور پرانی عمارتوں کی مرمت وغیرہ اس شعبہ کے فرائض میں داخل ہیں۔

(۴) شعبۂ دارالمطالعہ:۔ اس شعبہ میں طلبہ کے مطالعہ کے لئے اخبارات، رسائل اور ضروری کتب کا انتظام ہے جو ایک ذمہ دار کی نگرانی میں ہمہ وقت کھلا رہتا ہے اور مختلف اوقات میں طلبہ مطالعہ کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔

(۵) شعبۂ دارالتربیت:۔ اس شعبہ میں چھوٹی عمر کے طلبہ کی تربیت اور اخلاقی نگرانی کا انتظام ہے۔

(۶) شعبۂ ترتیب فتاویٰ:۔ اس شعبہ میں دارالعلوم کے دارالافتاء سے جو فتاویٰ صادر

کئے گئے ہیں اور ابتداء سے آج تک ان کا ریکارڈ محفوظ ہے انہیں ترتیب دے کر کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے جس کے کئی مجلدات اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

(۷) شعبۂ دارالاقامہ:۔ اس شعبہ کے ذریعہ دارالاقامتوں میں رہنے والے طلبہ کی جائے رہائش کی باقاعدہ تنظیم اور ان کی اخلاقی نگرانی کی جاتی ہے۔

(۸) شعبۂ تنظیم ابنائے قدیم:۔ اس شعبہ کے ذریعہ ابتداء سے اب تک جتنے طلبہ فارغ التحصیل ہو کر نکلے ان کی جمع و تنظیم کی جاتی ہے اور ان کی خدمات کو جو وہ مختلف دائروں میں انجام دے رہے ہیں بطور ریکارڈ دارالعلوم میں رکھا جاتا ہے اور شائع کیا جاتا ہے۔

(۹) شعبۂ برقیات و متفرقات:۔ اس شعبہ کے ذریعہ دارالعلوم میں صفائی، آب رسانی، توابع، سامان حمام، ضروریات مسجد، احاطوں میں چمن بندی اور پورے دارالعلوم میں برقی روشنی وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔

(۱۰) محافظ خانہ:۔ اس شعبہ میں دارالعلوم کی ابتداء سے اب تک کے تمام شعبہ جات کا ریکارڈ رکھنے کا انتظام ہے۔

(۱۱) شعبۂ امور خارجہ:۔ اس شعبہ میں بیرونی طلبہ کے پاسپورٹ و ویزا کے سلسلہ میں ضروری تحفظات و اندراجات اور عام طلبائے دارالعلوم کے لئے ریلوے کنسیشن فراہم کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

(۱۲) شعبۂ نشریات دارالعلوم:۔ اس شعبہ سے دارالعلوم کا ماہوار آرگن دارالعلوم شائع ہوتا ہے اور دارالعلوم کے سلسلے کے ذمہ دارانہ اعلانات نیز اس کی ضروریات کے اظہار وغیرہ کی نشر و اشاعت کا انتظام کیا جاتا ہے اس رسالہ کے علمی و دینی مضامین اور مطبوعات پر تبصرے مقبول عام ہیں۔

(۱۳) شعبۂ تبلیغ:۔ اس شعبہ سے ملک کے مختلف حصوں میں مبلغین روانہ کئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرائیں، انفرادی تبلیغ کیلئے الگ اور عام اصلاحی جلسوں کیلئے الگ مبلغین نامزد ہیں جو منظم پروگراموں کے ماتحت بھیجے جاتے ہیں۔

(۱۴) شعبۂ ورزش:۔ اس شعبہ کا موضوع طلبہ کی جسمانی ورزش کا انتظام ہے تاکہ

تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی عام جسمانی تندرستی بھی برقرار رہے۔

(۵) شعبۂ جمعیۃ الطلباء: یہ طلبائے دارالعلوم کی انجمن ہے جس کے ماتحت رہ کر طلباء تقریر و تحریر اور مناظرہ کی مشق کرتے ہیں۔

(ج) مالی شعبہ جات

مالی شعبہ جات کے ماتحت حسب ذیل شعبہ جات ہیں۔

(۱) محاسبی: اس شعبہ کے دفتر میں دارالعلوم کی آمدنی و خرچ کا تفصیلی حساب رکھا جاتا ہے جس کے بنیادی کاغذات، کتب آمدنی، روزنامچہ، کھاتا اور ماہانہ گوشوارے ہیں۔ تمام حسابات ہر سال سرکاری ڈیپارٹمنٹ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے باضابطہ آڈٹ کرائے جاتے ہیں۔

(۲) شعبۂ اوقاف: اس دفتر میں دارالعلوم کے نام جس قدر جائدادیں زرعی یا سکنائی وقف کی گئی ہیں یا کی جاتی رہتی ہیں ان تمام اوقاف کا تفصیلی حساب رکھا جاتا ہے اور تحصیل و وصول کا ایک منظم دفتر ہے جس کے ذریعہ آمدنی و ترقی اور داد و ستد کا باقاعدہ نظام رکھا جاتا ہے۔

(۳) شعبۂ تنظیم و ترقی: اس شعبہ کے ماتحت تحصیل سرمایہ کے لیے سفراء ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں دورہ و تحصیل کر کے دارالعلوم کے لیے چندہ فراہم کرتے ہیں اور مقررہ چندوں کی وصولیابی میں حصہ لیتے ہیں۔

(۴) ادارۂ اہتمام: ان سب پر آخری اور مرکزی ادارہ اہتمام ہے جس سے ہر شعبہ کے بارے میں خواہ تعلیمی ہو یا مالی و انتظامی بجا طور پر احکام نافذ ہوتے ہیں۔

اس طرح دارالعلوم کا نظام ۲۳ شعبوں پر منقسم ہے جن میں سے ہر شعبہ ایک مستقل ادارہ کی صورت رکھتا ہے جس کا عملہ دو دو سے پانچ پانچ تک ہے۔

دارالعلوم کا نصاب تعلیم

دارالعلوم کے اصل موضوع اور مقصد کے مطابق سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی چیز دارالعلوم کا نصاب تعلیم ہے جس سے اس کے فضلاء کا دینی رخ متعین ہوتا ہے جو ہر تعلیمی شعبہ کی روح ہے۔ درجات عربیہ کے نصاب میں ۲۲ علوم و فنون داخل ہیں جن میں کچھ علوم عالیہ ہیں جو مقصد کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ علوم آلیہ ہیں جو علوم عالیہ کے لیے مدد و معاون یا وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علوم عالیہ: قرآن عظیم، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم الاحسان (التصوف)، علم الفرائض و مواریث۔

علوم آلیہ: صرف، نحو، معانی و بیان، ادب عربی، منطق، فلسفہ، عروض و قوافی، مناظرہ، لغت، ہندسہ، حساب، طب، تجوید و قراءۃ۔

حال ہی میں درجات عربیہ میں بمقتضائے وقت نصاب میں جغرافیہ، تاریخ، مبادی سائنس اور معلومات عامہ کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

دارالعلوم میں درجہ بندی نہیں ہے بلکہ درجات عربیہ کے پورے نصاب کو آٹھ سال پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر سال کی مقررہ کتابیں ختم کرنے کے بعد طالب علم دوسرے سال کی مقررہ کتابوں کو پڑھتا ہے، البتہ اس میں فنون و کتب کی ترتیب پیش نظر رکھی گئی ہے تمام علوم و فنون ایک خاص تناسب اور ترتیب کے ساتھ اول سے آخر تک زیر تعلیم رہتے ہیں اور طالب علم کو تمام علوم کے ساتھ بیک وقت تدریجی مناسبت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ذیل کے سال وار مرتب نصاب سے واضح ہے۔

درجۂ عربیہ کا گیارہ سالہ نصابِ تعلیم

سالِ اوّل —— صرف (میزان، الصرف، پنج گنج، علم الصیغہ)
نحو (نحو میر، شرح مأتہ عامل)
عربی ادب (مفید الطالبین)
منطق (صغریٰ، کبریٰ)

سالِ دوم —— صرف (فصول اکبری۔ تا بحث مخارج۔ مراح الارواح)
نحو (ہدایۃ النحو۔ کامل، کافیہ۔ کامل)
عربی ادب (نفحۃ الیمن۔ دو باب، تحریر عربی)
منطق (مرقات، شرح تہذیب۔ تا ضابطہ)
فقہ (نور الایضاح، قدوری)

سالِ سوم —— نحو (شرح جامی بحث فعل و حرف و بحث اسم تا مبنیات)
عربی ادب (نفحۃ العرب، تحریر عربی)
منطق (قطبی تصدیقات۔ تا مختلطات)
فلسفہ (ہدیہ سعیدیہ)
فقہ (کنز الدقائق)
اصولِ فقہ (اصول الشاشی)

سالِ چہارم —— علم معانی و بیان [مختصر المعانی۔ فن اوّل و ثانی / تلخیص المفتاح۔ تمام]
منطق (قطبی تصورات۔ تمام، میر قطبی۔ تا مفہوم)
فقہ (شرح وقایہ۔ تا ختم کتاب العتاق)

اصولِ فقہ (نور الانوار۔ تا باب القیاس)
تفسیر (ترجمہ قرآن شریف۔ اوّل پندرہ پارے)
تجوید و قراءۃ (مشق پارۂ عم مع فوائد مکیہ)

سالِ پنجم —— عربی ادب (مقاماتِ حریری۔ ۲۰ مقامے، انشاء عربی)
منطق (سلم العلوم)
فقہ (ہدایہ اوّلین۔ کامل)
اصولِ فقہ (حسامی۔ تمام)
تفسیر (ترجمہ قرآن شریف۔ آخری پندرہ پارے)

سالِ ششم —— تفسیر (جلالین شریف۔ تمام)
اصولِ تفسیر (الفوز الکبیر۔ تمام)
منطق (ملا حسن۔ تا بحث جعل)
فلسفہ (میبذی۔ تمام)
علم کلام (مسامرہ و مسایرہ، شرح عقائد نسفی۔ تمام)
علم الفرائض (سراجی)
اصولِ افتاء (رسم المفتی)

سالِ ہفتم —— فقہ (ہدایہ اخیرین۔ تمام)
تفسیر (بیضاوی۔ سورہ بقرہ ۱ ½ پارہ)
حدیث (مشکوٰۃ شریف۔ تمام)
اصولِ حدیث (شرح نخبۃ الفکر۔ تمام)
اصولِ فقہ (توضیح تلویح۔ تا بحث حقیقت و مجاز)
ہیئت (تصریح۔ تمام)

سالِ ہشتم (دورۂ حدیث) —— حدیث [نسائی، ابن ماجہ، ترمذی شریف۔ بخاری شریف / ابو داؤد شریف، مسلم شریف، شمائل ترمذی]

[طحاوی شریف، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد۔]

سال نہم — تفسیر: بیضاوی شریف ثلث اول از ربع ثانی پارہ سیقول تا سورۂ مائدہ

دورۂ تفسیر

- " " ثلث ثانی از سورۂ یونس تا سورۂ مریم
- " " ثلث ثالث از سورۂ ق تا ختم قرآن شریف
- ابن کثیر ثلث اول از سورۂ آل عمران تا سورۂ یونس
- " ثلث ثانی از سورۂ رعد تا سورۂ روم
- " ثلث ثالث از سورۂ روم تا سورۂ ص

درجۂ تکمیل - سال اول

ادب عربی:
- دیوان حماسہ، باب الحماسہ وباب المراثی۔
- دیوان متنبی — تا قافیہ عین
- سبعہ معلقہ۔ دو معلقہ

عروض وقوافی (نقطۃ الدائرۃ)

علم المعانی (مطول، تا بحث ما انا قلت)

مناظرہ (رشیدیہ)

منطق:
- میر زاہد رسالہ — تمام
- میر زاہد ملا جلال۔ — تا بحث موضوع

فلسفہ:
- صدرا — دو فصل
- شمس بازغہ — تا بحث و اتفاق

ہیئت:
- شرح چغمینی — تا فصل رابع
- سبع شداد
- بست باب — تمام

درجۂ تکمیل سال دوم اصول فقہ (مسلم الثبوت)

ریاضی:
- خلاصۃ الحساب
- اقلیدس

منطق:
- حمد اللہ تا شرطیات
- قاضی مبارک، تا ختم امہات المطالب

علم کلام:
- خیالی — تا احوال برزخ
- امور عامہ تا بحث وجود ذہنی
- جلالی تا ختم صفات

حکمت شرعیہ:
- عوارف المعارف
- حجۃ اللہ البالغہ — قسم اول

نصاب تعلیم صیغۂ عربی:

صف ابتدائی:

درس: کتب عربی، المطالعۃ المحمودۃ، المطالعۃ المسعودیہ جزو ثالث، المطالعۃ المختارہ، القراءۃ الرشیدۃ الذخیرہ، معلم الانشاء جزو اول، المطالعۃ العربیہ خورد کے انتخابات اور ان کے سلسلہ میں عملی مشق۔

ترجمہ: (اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ)

تحریری کام: (رسم الخط کی مشق، املاء، الفاظ کے صحیح تلفظ)

اس درجہ میں درس زیادہ تر اردو زبان میں ہوتا ہے مگر درس کا کچھ حصہ عربی زبان میں بھی ہوتا ہے۔ اس کی مدت ایک سال ہے۔

صف ثانوی

درس: کتب عربی۔ مدارج الانشاء، عربی اخبارات کا انتخاب الذخیرہ، معلم الانشاء جزو دوم وسوم، المطالعۃ المسعودیہ حصہ خامس وسادس، المطالعۃ العربیہ کلاں کے انتخابات اور ان کے سلسلہ میں عملی مشق

جغرافیہ۔ (اصطلاحات جغرافیہ، جغرافیہ ضلع سہارنپور)

ہندی ادب۔ (قاعدہ ہندی پہا اکشر)

ریاضی۔ ضرب بسیط، تقسیم بسیط، تحویل اولیٰ واعلیٰ جمع و تفریق، ضرب و تقسیم مرکب، پہاڑا سویا۔

درجہ سوم۔ ادب فارسی واُردو: گلستاں چہار باب مع دیباچہ، پندنامہ عطار تا ختم، انشاء فارسی تمام، تعلیم الاسلام۔ حصہ چہارم

قواعد فارسی۔ (احسن القواعد۔ تا بیان حروف مرکبہ)

تاریخ۔ (تاریخ الاسلام ۲ نصف ثانی)

جغرافیہ۔ (جغرافیہ صوبہ متحدہ آگرہ واودھ)

ہندی ادب۔ (شکشا سوپان، پہلی سیڑھی، ہندی لکھنا۔)

ریاضی: ذواضعاف اقل، مقسوم علیہ اعظم، کسروں کا مفرد بنانا، کسور کا مقابلہ، جمع و تفریق، ضرب و تقسیم، کسور عام، جمع و تفریق، کسور اعشاریہ۔

درجہ چہارم۔ ادب فارسی واُردو۔ (بوستاں چہار باب، رقعات عالمگیری)

فقہ۔ (مالابد منہ۔ تا کتاب الحج)

قواعد فارسی۔ (احسن القواعد، باب اول تا ص ۳۴)

صرف عربی۔ (میزان الصرف، منشعب، پنج گنج، صرف میر)

تاریخ۔ (تاریخ الاسلام، حصہ ۳)

جغرافیہ۔ (تذکرہ سرزمین ہند مع نقشہ والی)

ادب ہندی۔ (شکشا سوپان، دوسری سیڑھی، ہندی لکھنا)

ریاضی۔ ضرب کسور اعشاریہ، تقسیم کسور اعشاریہ، جذر المربع اعداد صحیح، جذر المربع کسور عام و کسور اعشاریہ، حساب تجارت مفرد و مرکب، مربع، مستطیل، کھروں کا رقبہ نکالنا۔

تحریری کام۔ درجہ سوم و چہارم میں اُردو سے فارسی اور فارسی سے اُردو میں ترجمہ کرایا جاسکے۔

درجہ پنجم:۔ ادب فارسی: سکندر نامہ۔ تا ختم رفتن سکندر بہ عجم ص ۱۱۳، انوار سہیلی، صرف باب اول بغیر دیباچہ، مثنوی شریف دفتر اول نصف

تحریری کام۔ (فارسی میں مضمون لکھنے کی مشق، ہفتہ میں ایک مضمون)

قواعد فارسی۔ (احسن القواعد باب دوم کی فصل دوم و سوم ص ۳۴ تا ص ۴۰)

عربی نحو۔ (نحو میر، شرح مائۃ عامل)

منطق۔ (صغریٰ)

عربی ادب۔ (مفید الطالبین)

جغرافیہ (تذکرہ سرزمین ایشیا مع نقشہ والی)

تاریخ۔ (سرور محمود)

ریاضی۔ تحریر اقلیدس مقالہ اول بغیر نتائج غیر ضروریہ، جیومیٹری طریقہ اربعہ متناسبہ، اوسط فیصدی تناسب۔

نصابِ درجۂ حفظِ قرآن شریف

اس درجہ میں طلباء کو پورا قرآن شریف حفظ کرایا جاتا ہے اس کے لیے کوئی مدت معین نہیں ہے ہر طالب علم اپنی استعداد کے مطابق مدت صرف کرکے قرآن شریف حفظ کرلیتا ہے عموماً اوسطاً ایک طالب علم کو پورا قرآن شریف حفظ کرنے میں ۴ سال خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اس بات کی سعی کی جارہی ہے کہ اس سے کم مدت میں حفظ قرآن شریف مکمل ہوجائے۔

درجات ابتدائی اُردو دینیات کے لئے نصاب

درجہ اوّل :-

(۱) دینیات (ا) قرآن شریف ناظرہ۔ قاعدہ۔ نصف پارہ عم مع تصحیح مخارج۔

(ب) قرآن شریف حفظ۔ تسمیہ، تعوذ، ثناء، درود شریف، الم ترکیف تک سورتیں حفظ۔

(ج) مذہبی عقائد (کلمہ طیبہ مع مطلب زبانی)

(د) فقہ (زبانی) صفائی کی خوبیاں اور فائدے، بدن کو پاک رکھنا، کپڑوں کو پاک رکھنا، مسواک کرنا۔

(ہ) اخلاق (زبانی) لوگوں سے اچھا معاملہ کرنا۔ ماں باپ کی تعظیم، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر مہربانی۔ سچ بولنا، دیانت داری کی خوبی، جھوٹ اور چوری کی برائی

(و) رہن سہن کے طریقے (زبانی) اسلام کرنا، خندہ پیشانی سے ملنا، کھانے پینے کے آداب

(۲) اُردو۔ حروف شناسی اور رواں پڑھنا، املا، حروف ہجا اور ان کی مختلف صورتوں کی مشق تختی پر

(۳) حساب۔ (گنتی سو تک)

درجہ دوم :-

(۱) دینیات (ا) (قرآن شریف ناظرہ تا ختم پارہ لا یحب اللہ مع تصحیح مخارج)

(ب) (قرآن شریف حفظ تا سورۂ لم یکن)

(ج) عقائد۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور صفات، اجمالی طور پر نبی، رسول، مشہور انبیاء علیہم السلام کے نام، نبیوں کے کام، سب سے پہلے نبی اور سب سے آخری نبی، اسلام اور مسلمان ہونے کا مطلب، کلمہ شہادت مع ترجمہ۔

(د) سیرت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش، خاندان، وطن، شیر خوارگی، بچپن، ابوطالب کی سپردگی اور سفر تجارت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ معیشت، شام کا دوسرا سفر، نکاح، سب سے پہلی بیوی، نبوت کا ملنا، سب سے پہلے مسلمان، تبلیغ، توحید کی تعلیم، راہ حق میں مصیبتیں۔

(ہ) فقہ اور ضروری مسائل۔ بدن، کپڑوں اور جگہ کو پاک کرنے کا طریقہ، وضو کی خوبیاں، وضو کا طریقہ، وضو توڑنے والی چیزیں، نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے۔

(و) اخلاق۔ ماں باپ کے احسانات، ان کی خدمت، رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ، بڑوں کا ادب، مخلوق خدا کی خدمت، اپنوں اور پرایوں سے اچھا سلوک، جانداروں پر رحم، بُری اور جھوٹی بُری باتوں سے زبان کو روکنا۔

(ز) اسلامی تہذیب۔ بدن کی صفائی، کپڑے، مدرسہ، مکتب اور رہنے کی جگہ کی صفائی، مجلسی آداب، سلام، مصافحہ، ادب سے بات چیت، اچھے اور بُرے کھیل تماشے

اُردو :-

(ا) پڑھنا درسی کتاب سے دیکھ کر عبارت پڑھنا، الفاظ اور جملوں کے معنی، عبارت کا مطلب۔

(ب) لکھنا درسی کتاب کے الفاظ، جملوں اور عبارت کو تختی پر نقل کرنا، درسی کتاب کے آسان الفاظ اور جملوں کا املا۔

(۳) حساب پہاڑے پانچ تک، علامات جمع و تفریق، سادہ جمع تفریق جس کا مجموعہ میں سے زیادہ نہ ہو، آدھ آنہ، ایک آنہ اور دو آنے کے پیسے، دو پیسہ کے آنے اور روپیہ کے پیسے۔

(۴) معاشرتی علوم — (تاریخ۔ (زبانی) سیرت مبارک کے خاص خاص واقعات دلنشین بیان کرکے تاریخ کا تصور اور فوائد ذہن نشین کرائے جائیں اور بچوں میں سلیقہ پیدا کیا جائے کہ وہ سنے ہوئے واقعات ذہن نشین کریں۔ پھر اپنے الفاظ میں ان کا مفہوم ادا کریں گے۔

درجہ سوم

(۱) دینیات (ا) (قرآن شریف (ناظرہ) تاختم پارہ بستم مع تصحیح مخارج)

(ب) (قرآن شریف حفظ نصف پارۂ عم مع تصحیح مخارج)

(ج) عقائد۔ — توحید، صفات خداوندی، اسماء حسنیٰ، مشہور پیغمبروں کے نام، فرشتے، خدا کی کتابیں، قیامت، جنت و دوزخ، عذاب ثواب

(د) سیرت۔ — مکہ معظمہ میں ترقی اسلام اور مخالفوں کی سازشیں، ہجرت حبشہ، شعب ابی طالب میں محاصرہ، حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات، دوسرا نکاح، بازاروں اور میلوں میں تبلیغ، سفر طائف، اہل مدینہ سے تعلق، مدینہ منورہ میں اسلام، ہجرت کا ارادہ، صحابہ کی ہجرت، قریش کے منصوبے۔

(ہ) فقہ۔ — وضو، فرائض وضو، آداب استنجا، اذان و تکبیر، نماز پڑھنے کا طریقہ، رکوع و سجدہ وغیرہ کا صحیح طریقہ۔

(و) اخلاق۔ — حق کا مطلب، حق داروں کے مرتبے، حقوق اللہ، حقوق العباد، خدمت خلق، شکر و احسان مندی، بڑوں کا احترام، ایفائے عہد، اچھی بری صحبت، دشمنوں کو دوست بنانے کا طریقہ، غیبت کسے کہتے ہیں، غیبت، چغلی اور جھوٹ

(ز) اسلامی تہذیب (آداب ملاقات، آداب گفتگو، آداب مجلس، کھانے پینے کے آداب)

(۲) اردو تحریر — املا، چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھائی جائیں۔ خط لکھنا سکھایا جائے۔

(۳) حساب — جمع، تفریق، ضرب، تقسیم (سادہ) پہاڑے تا ۲۰×۱۰ اور ان کے متعلق سوالات کی زبانی مشق اور تحریری مشقیں، کسروں اور روزمرہ کے پیمانوں کا تصور۔

(۴) معاشرتی علوم (تاریخ) — (زبانی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات بیان کرکے ان کی مقدس زندگی اور پاک عادات کا تصور بٹھایا جائے۔

درجہ چہارم

(۱) دینیات (ا) (قرآن شریف (ناظرہ) تاختم قرآن پاک مع تصحیح مخارج،

(ب) (قرآن شریف (حفظ) پورا پارۂ عم، سورۂ یٰسین، آیۃ الکرسی)

(ج) عقائد۔ — شرک اور کفر کا اجمالی بیان، انجیل، تقدیر، ملائکہ اور ان کے کام، نبوت، ختم نبوت، وحی، معجزہ، قرآن شریف۔

(د) سیرت۔ — مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے وفات تک کے حالات اور غزوات و سرایا۔

(ہ) فقہ۔ — فرائض، سنن و مستحبات وضو، فرائض و سنن غسل، اقسام نجاست، پانی کی پاکی و ناپاکی، تیمم، کن چیزوں سے تیمم کر سکتے ہیں، اوقات نماز، اوقات ممنوعہ، مکروہ اوقات، فرائض و سنن نماز، فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنن رواتب، نفل، جماعت، فوائد و فضائل جماعت، مقتدی، منفرد، امام، نماز جمعہ اور اس کے ضروری مسائل۔

(و) اخلاق۔ — الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، حقوق العباد، ماں باپ، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق، صلۂ رحم، حسن سلوک، نرم دلی، خیر خواہی، خلق خدا کے فضائل و خوبیاں، حسد، بغض، خیانت وغیرہ کی قباحتیں، غصہ اور اس کا صحیح استعمال۔

(۱) آدابِ معاشرت	حلال، حرام، مکروہ اور مباح کھانے، دسترخوان کے آداب، مہمان، سونے اور جاگنے کی دعائیں اور ان کے آداب، وضع قطع، لباس، محلہ و گلی کی صفائی، برتنوں کی صفائی، مسکرات سے اجتناب، اسراف و بخل سے اجتناب۔
(۲) حساب۔	چاروں مرکب قاعدے، ہندوستانی سکوں، اوزان اور پیمانوں میں کسری پہاڑے پاؤ، ادھا، پونا، سوایا، [illegible] تک، رقم اور تول لکھنے کا طریقہ۔
(۳) معاشرتی علوم (۱) تاریخ (زبانی)	خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور اکابرین کے حالات۔
(ب) جغرافیہ	سمتیں، قبلہ کی سمت نقشے میں، کھیت، باغ، مکان اور سڑکوں وغیرہ کی علامتیں نقشے میں، گاؤں، تھانہ، پرگنہ، دریا، پہاڑ، جزیرہ، جھیل وغیرہ، اصطلاحات جغرافیہ۔

دارالعلوم کی سندیں اور سرٹیفکیٹ

دارالعلوم میں درجاتِ عربیہ سے فارغ ہونیوالوں کو تین سندیں دی جاتی ہیں۔

(۱) سند العالم:- یہ سند اس شخص کو دی جائیگی جو دورۂ حدیث کا امتحان پاس کرلے۔

(ب) سند الفاضل:- یہ سند اس شخص کو دی جائے گی جو دورۂ حدیث کے علاوہ دورۂ تفسیر بھی پڑھ چکا ہو۔

(ج) سند الکامل:- یہ سند اس شخص کو دی جائے گی جو درجۂ تکمیل کے علوم و فنون کو پڑھ چکا ہو۔ پھر مذکورہ بالا تینوں سندیں طالب علم کی استعداد اور اخلاقی حالت کے اعتبار سے تین درجے کی ہیں۔ اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ۔ جن میں بہ تفاوت الفاظ اور عنوان امتیاز رکھا گیا ہے۔ یہ سب سندیں عربی میں ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا تینوں سندوں کو علی گڑھ

مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) اور مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ (حجاز) نے منظور کر لیا ہے۔

درجاتِ فارسی سے فارغ ہونے والے کو صرف ایک سند دی جاتی ہے۔

درجۂ تجوید سے فارغ ہونے والے کو ایک سند دی جاتی ہے۔

درجۂ ابتدائی دینیات سے فارغ ہونے والے کو طلب کرنے پر سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر نصاب کی تکمیل سے پہلے کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے دارالعلوم کو چھوڑنا چاہے تو جس درجہ تک کی کتابیں اس نے پڑھی ہیں اس کا سرٹیفکیٹ (تصدیق نامہ) اسے دیا جاتا ہے۔

فراغت کے بعد اگر کوئی شخص سند کے علاوہ سرٹیفکیٹ بھی لینا چاہے تو اسے ایک مطبوعہ سرٹیفکیٹ بھی دیا جاتا ہے جو اردو اور انگریزی میں ہے۔

دارالعلوم کا ملک کے دوسرے اداروں سے رابطہ

(۱) ملک کے دوسرے علمی اور ثقافتی اداروں سے دارالعلوم کا بھی ربط قائم ہے چنانچہ دارالعلوم کے کارکن ادارۂ ثقافتِ ہند کے ممبر بنائے گئے۔

(۲) دارالعلوم وقتاً فوقتاً ہندوستان میں منعقد ہونے والی تعلیمی اور ثقافتی نمائشوں میں بھی ان کی درخواست پر باضابطہ شرکت کرتا ہے اور اس کی مخطوطات وہاں بھیجی جاتی ہیں جس سے دارالعلوم کے کتب خانہ و نوادر کے ذخیرے کی عظمت قائم ہوتی ہے۔

(۳) علمی اداروں میں اس کے کتب خانہ کی قلمی اور نادر کتابیں بھیجی جاتی ہیں۔

(۴) تصنیفی اداروں میں (مثلاً حیدرآباد دکن وغیرہ) یہاں کے نمائندے شریک ہوتے ہیں اور مخطوطات بھیجی جاتی ہیں۔

(۵) سرکاری کمیشنوں جیسے لسانی کمیشن یا اوقاف کمیشن وغیرہ میں بھی دارالعلوم کی مختلف اوقات میں شرکت ہوتی ہے اور شاہد طلب کئے جانے پر بطور نمائندہ شاہدین کو بھیجا جاتا ہے۔

جرائد دارالعلوم

دارالعلوم سے دو رسالے نکلتے ہیں۔

(۱) رسالہ دارالعلوم۔ یہ رسالہ اُردو میں نکلتا ہے اور اس میں علمی مضامین شائع کئے جاتے ہیں جو مختلف اصولی، فروعی اور تاریخی مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں نیز معلوماتی ذخیرہ کافی حد تک پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ایک دینی اور علمی رسالہ ہے۔

(۲) رسالہ دعوت الحق۔ یہ رسالہ عربی زبان میں شائع ہوتا ہے جس میں اکابر دارالعلوم کے علمی اور مسلکی مضامین عربی میں شائع کئے جاتے ہیں تاکہ اکابر دارالعلوم کے علوم جو اُردو میں ہونے کی وجہ سے عرب ممالک تک نہیں پہنچ سکے پہنچ جائیں اور ان سے عرب ممالک بھی مستفید ہو سکیں اور ساتھ ہی دارالعلوم کی خدمات اور کارناموں سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

۵۔ دارالعلوم کا دفاع عن الدین

دارالعلوم کی جماعت اپنے مسلک کی ہمہ گیری کی وجہ سے ہر فتنہ کی مدافعت کے لئے سینہ سپر رہی خواہ وہ فتنہ نقل و روایت کی راہوں سے آیا یا عقلیت پسندی کی بنیادوں سے اٹھا۔ اس جماعت نے ہر دور میں اعلاء کلمۃ اللہ اور امر بالمعروف کا فرض ادا کیا۔ اور اسی اسلوب اور اسی رنگ میں جس رنگ ڈھنگ میں کسی دینی فتنہ نے سر اٹھایا۔ متصوفین بے تصرف کی جانب سے بدعات، محدثات اور شرکیہ حرکات کا فتنہ روایتی انداز میں ابھرا تو اس نے روایتی ہی طور پر مقابلہ کیا اور فتنہ کی بے سرو پا اور بے سند روایتوں کی قلعی کھول کر شریعت و طریقت کی مستند نقول سے اس کا استیصال کیا اور مقابلہ میں نقل و روایات کا ایک بڑا ذخیرہ پیش کر دیا۔ مدعیان عقل و اجتہاد کی طرف سے آزادیٔ فکر، عدم اتباع سلف اور نیچریت کا فتنہ عقل محض کا سہارا لے کر دین میں داخل ہونے لگا تو اس نے عقلی دلائل پیش کر کے کامیاب مدافعت کی اور جس کے لئے حضرت بانی دارالعلوم قدس سرہ نے ایک مستقل حکمت ہی مدون فرما دی جس کے سامنے فلسفہ کسی بھی روپ میں آیا تو اس نے فلسفہ کے انداز فتنہ کو بیچ کر اس کے راستے روک دیئے۔ غرض بدعت پسندی، ہوا پرستی، دہریت نوازی، بے قیدی، مطلق العنانی اور آزادیٔ افکار کی جڑیں دارالعلوم نے کھوکھلی کر کے عقل و نقل، روایت و درایت اور حکمت و دین کی جڑیں مضبوط کر دیں۔

۶۔ دارالعلوم نے ملک کو کیا نفع پہنچایا

دارالعلوم نے اس نوعیت کے افراد پیدا کئے جنہوں نے تعلیم، تزکیۂ اخلاق، تصنیف، افتاء، مناظرہ، صحافت، خطابت و تذکیر، تبلیغ، حکمت اور طب وغیرہ میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ ان افراد نے کسی مخصوص خطہ میں نہیں بلکہ ہندو پاک کے ہر ہر صوبہ اور بیرونی ممالک میں قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔ سنہ ۱۲۸۳ھ سے سنہ ۱۳۸۳ھ تک سو سال کی مدت میں اگر دارالعلوم کی ان خدمات کا اندازہ لگائیں جو اس نے ہندو پاک میں انجام دیں تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں ملکوں کے ہر ہر حصہ میں اس نے اپنے ایسے فرزندان رشید پہنچا دئے جو اس خطہ میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور مخلوق خدا کو ظلمت جہل سے نکال کر انہوں نے نور علم سے مالا مال کر دیا۔ ہندوستان اور پاکستان کے فضلائے دارالعلوم کی صوبہ وار فہرست سنہ ۱۲۸۳ھ تا سنہ ۱۳۸۳ھ درج ذیل ہیں۔

ہندوستان

نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام	نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام
(۱) یو۔ پی	۱۵۹۳	(۶) تری پورہ	۳
(۲) مغربی بنگال	۱۵۱	(۷) کیرالہ	۴۲
(۳) آسام و منی پور	۲۶۵	(۸) آندھرا	۵۶
(۴) بہار و اڑیسہ	۶۸۰	(۹) میسور	۹
(۵) مدراس	۳۰	(۱۰) مدھیہ پردیش	۲۸

نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام	نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام
(۱) مشرقی پنجاب	۱۹۶	(۵) راجستھان	۴۳
(۲) دہلی	۱۲	(۶) جموں و کشمیر	۱۱۰
(۳) مہاراشٹر	۳۹	(۷) نیپال	۳
(۴) گجرات	۱۳۸	میزان ہندوستان	۲۶۹۵

پاکستان

نام صوبہ	تعداد فضلاء کرام
(۱) مغربی پاکستان	۱۵۱۹
(۲) مشرقی پاکستان	۱۶۷۲
میزان پاکستان	۳۱۹۱
میزان ہندوستان	۲۶۹۵
میزان ہندوستان و پاکستان	۵۸۸۶

ان فضلائے دارالعلوم نے اپنے اپنے رنگ سے دین کے کسی نہ کسی شعبہ میں شخصی یا اجتماعی حیثیت سے کام کیا اور کر رہے ہیں۔

۷۔ دارالعلوم کے فیوض بیرون ہند میں

بحمدہ دارالعلوم نے اپنے علمی فیوض سے نہ صرف ہند و پاک ہی کو نہیں بہرہ اندوز کیا بلکہ ایشیا اور افریقہ کے اسلامی ممالک بھی اس کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھے۔ چنانچہ غیر ملکی فضلاء دارالعلوم کی فہرست از ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۸۲ھ مندرجہ ذیل ہے۔

نام ملک	تعداد	نام ملک	تعداد
(۱) افغانستان	۱۰۹	(۸) کویت	۲
(۲) روس بشمول سائبیریا	۷۰	(۹) ایران	۱۱
(۳) چین	۴۴	(۱۰) سیلون	۲
(۴) برما	۱۴۴	(۱۱) جنوبی افریقہ	۱۴
(۵) ملائیشیا	۲۸	(۱۲) سعودی عرب	۲
(۶) انڈونیشیا	۱	(۱۳) سیام	۱
(۷) عراق	۳	(۱۴) یمن	۱

میزان بیرونی ممالک	۴۳۱
میزان ہند و پاک	۵۸۸۶
ہند و پاکستان اور بیرونی ممالک کے فضلاء کی مجموعی میزان	۶۳۱۷
فضلاء کرام کے علاوہ جن طلبا نے دارالعلوم سے استفادہ کیا ان کی تعداد	۹۳۱۰
ان فضلاء کرام اور طلبہ کی مجموعی تعداد جنہوں نے دارالعلوم سے استفادہ کیا	۱۵۶۲۷

تفصیلات آئندہ صفحات میں آرہی ہیں

۸۔ دارالعلوم کا حصہ تصانیف میں

دارالعلوم کا مسلک اور مخصوص رنگ علماء دارالعلوم کی تصانیف میں بصراحت نمایاں رہا جیسے ہر وقت اور ہر محل تصانیف اس احاطہ سے نکلتی رہیں۔ دارالعلوم نے سو سال کے عرصہ میں ۱۶۴۳ مصنفین پیدا کئے جن میں سے تقریباً ۲۰۰ درجہ اول کے مصنفین ہیں۔ علماء دارالعلوم میں سے چند مشہور و معروف مصنفین کی فہرست درج ذیل ہے۔

نام مصنف	تصنیف کا رنگ
(۱) حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند	متکلمانہ
(۲) شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ	محدثانہ
(۳) حضرت خلیل احمد صاحب انبیٹھویؒ	محدثانہ

نام مصنف	تصنیف کا رنگ
(۴) حضرت مولانا محمد اشرف [علی] صاحب تھانویؒ	مجددانہ، صوفیانہ و مفسرانہ
(۵) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ	محدثانہ، آپ کی تصانیف کی
(۶) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ	مناظرانہ، تعداد ہزار سے اوپر ہے
(۷) حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ	محدثانہ، فقیہانہ و مناظرانہ
(۸) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ	سیاسی و فقیہانہ
(۹) حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ	مورخانہ
(۱۰) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ	فقیہانہ و مورخانہ
(۱۱) حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ	محدثانہ، فقیہانہ، ادیبانہ
(۱۲) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ	فلسفیانہ و متکلمانہ
(۱۳) حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ	مورخانہ و محققانہ
(۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ	فقیہانہ
(۱۵) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ	محدثانہ و متکلمانہ
(۱۶) حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مدظلہ، مہاجر مدنی	محدثانہ
(۱۷) حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ	سیاسی و مورخانہ
(۱۸) حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ	مورخانہ
(۱۹) حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی مدظلہ	ادیبانہ و مورخانہ
(۲۰) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ	محدثانہ
(۲۱) حضرت مولانا عبد الصمد صاحب صارم سیوہاری مدظلہ	محققانہ

(۲۲) احقر کو اس فہرست میں اپنا نام شمار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ تاہم تحدیثاً للنعمت اظہار نعمت بھی شکر نعمت ہے کہ اس ناکارہ کی تالیفات کا عدد بھی جو مختلف موضوعات پر ہیں تقریباً سوا سو (۱۲۵) ہے جن کا رنگ ان کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے۔

مشاہیر دار العلوم

علمائے دیوبند میں ایسے مشاہیر بھی ہوئے جو اپنے اپنے وقت کے امام ملت، علم و عمل کا نمونہ، خواص و عوام کی رشد و ہدایت کا مرکز، روایت حدیث، رنگ تفسیر، فقہ و درایت میں راسخ اور ذوقی خداپرستی کے ساتھ مخلوق کے حق میں مربی اخلاق و مصلح دین اور دوسرے قومی و ملکی امور میں مسلم طور پر قائد تسلیم کئے گئے ہیں۔ مثلاً

اسمائے گرامی مشاہیر دار العلوم	خدمات جو انجام دیں
(۱) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند۔ آپ بانی دار العلوم ہیں مگر جماعت کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے نیز اس حیثیت سے کہ تاسیس و بناء دار العلوم بھی دار العلوم ہی کی ایک نسبت سے اس موقعہ پر بھی آپ کا تذکرہ کر دیا گیا۔	(۱) مذہبی خدمات: متعدد مناظرے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے کئے، تصانیف اور تقریروں کے ذریعہ ولی اللّٰہی مسلک کی وضاحت اور اشاعت کی، متکلمانہ و عارفانہ انداز سے اصول اسلامیہ اور اساسی عقائد دین کو عقلی دلائل سے مستحکم اور مضبوط کیا اور دین اسلام کی سرحدات کو اتنا مضبوط بنا دیا کہ مخالفین کے حملے ان پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔ (۲) سیاسی خدمات: ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں عملی اور قائدانہ حصہ لیا، جنگ شاملی میں خود سپاہیانہ جنگ کی۔ (۳) سماجی اصلاحات: معاشرہ (سوسائٹی) میں غلط قسم کی رسوم سے جو ابتری پھیلی ہوئی تھی اُسے پہلے اپنے گھر سے ختم کیا اس کے بعد دوسروں کو ان کے ترک پر آمادہ کر کے معاشرہ کو صاف کیا جس کی تفصیل

اسمائے گرامی مشاہیر دارالعلوم | **خدمات جو انجام دیں:**

کتاب "مسلک دارالعلوم" میں بقدر ضرورت کر دی گئی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے کتاب "سوانح قاسمی" ملاحظہ ہو۔

(۲) قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی آپ بھی دارالعلوم کے طالب علم نہیں بلکہ بانیوں میں ہیں اور سرپرست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ بھی دارالعلوم ہی کی ایک نسبت ہے اس لئے اس موقعہ پر بھی آپ کا تذکرہ کیا گیا۔

(۱) **دینی خدمات** علم حدیث، فقہ اور تصوف سے بہت زیادہ شغف رہا۔ ہزارہا انسانوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ نے علماء کی دینی تربیت فرمائی اور انہیں دین کے بارے میں اتنا راسخ اور مستحکم بنا دیا کہ ان افراد پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز نہ ہو سکا۔

(۲) **سیاسی خدمات** ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں حضرت نانوتوی کے دوش بدوش قائدانہ حصہ لیا، اور نو ماہ تک اسیر فرنگ رہے۔ جن لوگوں نے ان سیاسی اور جہادی خدمات پر پردہ ڈالنا چاہا ہے جو اور تاریخی اور علمی معاملات سے بے خبری کی بنا پر یا اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے ان کی مصلحت اندیشی لاینحل ہے اور باخبر لوگوں کے نزدیک غلط ہے۔

(۳) شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ

(۱) **دینی خدمات** آپ حضرت نانوتویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور حضرت کے بعد قاسمی علوم کا جو فیضان عالم میں آپ کی ذات سے ہوا اس کی نظیر دوسرے تلامذہ میں نہیں ملتی۔ اپنے استاد میں فانی استاد کے

مشاہیر دارالعلوم | **اور جو خدمات آپ نے انجام دیں**

علم میں غرق تھے۔ دین کے ہر دائرے میں آپ کی خدمات نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ درس، تصنیف ارشاد و تلقین اور جدوجہد جہاد وغیرہ میں آپ کی خاموش خدمتیں زبان حال سے گویا ہیں۔ آپ اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کے علوم کے امین اور خزینہ دار تھے۔ آپ نے ان علوم کی ایضاح و تفصیل اور تفہیم و تیسیر میں نمایاں حصہ لیا۔ اور عظیم خدمت انجام دی۔ حضرت نانوتویؒ کی تصانیف کی اعلیٰ ترین طباعت بہ تزئین حواشی و عنوانات آپ ہی نے شروع فرمائی۔ اور "حجۃ الاسلام" پر آپ ہی نے سب سے پہلے عنوانات قائم کیے۔ قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا۔ بخاری کے ابواب و تراجم پر ایک جامع اور وجیز رسالہ تصنیف فرمایا۔ متعدد مناظرانہ تصانیف بھی فرمائیں، اور مناظرے بھی کیے۔ دارالعلوم دیوبند میں چالیس برس تک مسلسل درس حدیث دے کر ۸۶۰ اعلیٰ استعداد کے صاحب طرز عالم دین، فاضل علوم اور ماہرین فنون پیدا کیے۔ آپ کا درس حدیث اس دور میں امتیازی شان رکھتا تھا۔ اور مرجع علماء تھا۔ آپ کو علماء عصر نے محدث عصر تسلیم کیا۔ بیعت و ارشاد کے راستے سے ہزارہا تشنگان معرفت کو عارف اللہ بنایا اور

نہیں ہو گئے۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی جیسے اکابر آپ کے تلامذہ میں سے تھے

(۸) حضرت مولانا نواب محی الدین خاں صاحبؒ

آپ بھی حضرت نانوتویؒ کے مخصوص تلامذہ اور جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ ریاست بھوپال میں آپ مفتی کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے علم اور پاکیزہ زندگی سے بھوپال اور اس کی ریاست نے برسہا برس فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ مراد آباد کے نواب اور رؤسا میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد بادشاہ دہلی ظفر شاہ کے مصاحبین خاص میں سے تھے، اور حضرت نانوتویؒ کے معتقد تھے۔ حضرت نانوتویؒ نے جہاد کے سلسلہ میں ان ہی کے ذریعہ بادشاہ تک ایک سکیم پہنچائی تھی۔ شاہ ظفر جب انگریزوں کے خلاف اٹھے تو ایک ملی مورچہ پر ممدوح بھی سربراہ تھے۔

(۹) حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹویؒ

آپ بھی حضرت نانوتویؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں عرصہ تک رہ کر تعلیم حاصل کی اور پھر دارالعلوم ہی میں عرصہ تک درس بھی دیا۔ دارالعلوم سے مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے اور وہاں ریاست کی طرف سے عہدہ افتاء پر فائز ہوئے۔ مشاہیر افتاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ عمر کا آخری حصہ تمام مالیر کوٹلہ میں عہدہ افتاء پر ہی گذرا۔ ۱۲ وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب بھی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ صاحب نسبت ارشاد بزرگوں میں سے تھے جن سے ایک بڑے حلقے نے تربیت باطنی حاصل کی۔ خواجہ فیروز الدین مرحوم کمانڈر انچیف جنرل ریاست کپورتھلہ آپ کے مخصوص متوسلین میں سے تھے جو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے ہیں۔ احقر نے حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے بعد کچھ دنوں آپ سے بھی تربیت باطنی حاصل کی ہے۔ علوم عقلیہ و عالیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور آپ کی تدریس میں ایک خاص برکت تھی جو محسوس ہوتی تھی۔ دارالعلوم کے معاملات ابتدائیہ کے محقق تھے۔ صاحب اسرار و معارف تھے۔ اور اکثر و بیشتر آپ کی تشریف آوری دیوبند کے موقعہ پر اساتذہ و طلبہ آپ کے معتقد ہو

جو کہ مستقبل کے بارے میں باتیں پوچھتے تھے اور آپ صورۃً پیشین گوئی کچھ نہ کچھ فرما دیا کرتے تھے۔ آپ کا تقویٰ و طہارت مسلّم اور مثالی تھا۔ شب بیدار علماء میں سے تھے۔

(۱۰) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مستقل مفتی بلکہ دارالافتاء میں اولین مفتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دارالعلوم میں دارالافتاء کی منضبط صورت آپ ہی کے وجود باجود سے معرض وجود میں آئی۔ آپ عارف باللہ، صاحب درس و تدریس، صاحب نسبت ارشاد اور مرجع خلائق بزرگ تھے۔ آپ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز تھے جو حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ آپ سے دارالعلوم کے حلقوں نے ظاہری و باطنی فیوض و برکات کافی حد تک حاصل کئے۔ افتاء کی خدمات کے ساتھ ساتھ حدیث، فقہ اور تفسیر کے اسباق بھی آپ پڑھاتے تھے۔ جلالین شریف میں احقر ناکارہ کو بھی حضرت مفتی اعظمؒ ہی سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ کا بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی کافی پھیلا۔ آپ ہی کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ تھے جن کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی ہیں۔ جن سے عرب اور افریقہ میں نقشبندی طریق کا کافی شیوع ہوا اور سینکڑوں کی اصلاح ہوئی۔ ساؤتھ افریقہ اور ویسٹ افریقہ کے لوگ جب حج کے لئے حرمین آتے ہیں تو اکثر و بیشتر مولانا بدر عالم صاحبؒ مدظلہٗ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو کر جاتے ہیں۔ ابتداء میں حضرت مفتی اعظمؒ ہی حضرت مہتمم صاحب کی غیبت میں نیابت اہتمام کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بہرحال دارالعلوم آپ کے علم و سلوک، اصلاح و انتظام وغیرہ سے سارے ہی شعبوں میں مستفید ہوتا رہا ہے۔

(۱۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

آپ حکیم الامت، مشہور محدث، عارف باللہ، فقیہ اور بزرگ تھے۔ آپ دین کے ہر شعبہ کے کاملوں کے پیشوا من جانب اللہ موفق تھے۔ ۲۵ برس کانپور کے مدرسہ

لے اب مولانا بدر عالم صاحبؒ کا انتقال ہو چکا اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع میں مدفون ہیں۔ ۱۲ ناشر

مشاہیر دارالعلوم اور جو خدمات انجام دیں

جامع العلوم میں درس قرآن و حدیث دیا جس سے آپ کے تلامذہ ملک کے ہر ہر خطے میں پھیل گئے ہندوستان کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا کہ سفر کر کے وعظ و تبلیغ نہ فرمایا ہو، تصنیف کے میدان میں قدم رکھا تو ہر علم و فن میں ہزار سے اوپر تصانیف ورثہ میں چھوڑیں۔ مسلک ماسعود، مدارس خانقاہ تھانہ بھون میں مقیم ہوئے تو ہند و بیرون ہند کے ہزارہا انسانوں کو بیعت و ارشاد کے سلسلہ سے واصل فرمایا بڑی تعداد میں آپ کے خلفاء ہیں جنہوں نے ملک کے مختلف خطوں میں اصلاح و تربیت کا کام مختلف رنگوں سے انجام دیا۔ آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، وہیں صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند سے زیادہ مستفید ہیں جو حدیث و تفسیر میں حضرت نانوتویؒ سے بھی مستفید ہیں نیز آپ حضرت نانوتویؒ سے براہ راست بھی بعض تذکیری درسوں میں مستفید ہوئے۔ حکیم الامت کا لقب آپ کے لئے اسم با مسمیٰ تھا، بہرحال آپ کی تقریر، تحریر، تصنیف اور تبلیغ سے لاکھوں مسلمانوں کو علمی و دینی فیض پہنچا اور ہزاروں مسلمانوں کی باطنی اصلاح ہوئی۔ آپ دارالعلوم میں سنہ [illegible] ہجری میں تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے جس سال حضرت نانوتویؒ کا وصال ہوا۔ اس لئے حضرت نانوتویؒ سے براہ راست استفادہ نہیں فرما سکے۔ مگر حضرت کے تلامذہ مثلاً حضرت شیخ الہند، مولانا عبدالعلی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے استفادہ کامل کیا۔

(۱۲) حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب امروہویؒ

آپ حضرت احمد حسن صاحب امروہویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے تفسیر کے بعض اسباق حضرت نانوتویؒ سے بھی پڑھے۔ ان دونوں بزرگوں کے فیوض سے آپ کے اوپر حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ کے اسباق میں متکلمانہ رنگ غالب تھا۔ جگہ جگہ حضرت نانوتویؒ کے علوم کا حوالہ بھی دیتے تھے اور تعیین و وضاحت کے ساتھ بیان بھی فرماتے تھے۔ امروہہ میں ایک عرصہ تک درس دیا۔ بعد آخر میں کچھ عرصہ جب کہ ۔۔۔ میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار کر لئے گئے تو دیوبند میں بھی بعہدۂ صدر مدرسی درس حدیث دیا ہے۔

مشاہیر دارالعلوم اور جو خدمات انجام دیں

(۱۰) حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ

آپ حضرت بانی دارالعلوم کے صاحبزادے تھے۔ علم و فضل کی راہ میں آپ کی تفہیم ضرب المثل تھی، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم خاص ہوئے۔ مگر دور اہتمام میں بھی درس و تدریس کا مشغلہ نہیں چھوڑا، مشکوٰۃ، جلالین، صحیح مسلم اور منطق میں میر زاہد وغیرہ آپ کے درس میں رہتی تھیں۔ مشکوٰۃ اور مسلم حضرت ہی سے پڑھی ہے۔ کٹھن سے کٹھن مسئلہ کو اپنے انداز تفہیم سے پانی کر دیتے ہیں۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے متوسل اور خلیفہ تھے، بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی تھا مگر کم، زیادہ مصروفیت نظم دارالعلوم اور اہتمام میں رہتی تھی۔ آپ کا چالیس سالہ دور کہا جاتا ہے۔ یہ دینی ادارہ مدرسہ کی حیثیت سے ترقی کر کے آپ ہی کے دور اہتمام میں دارالعلوم بنا اور اس کا حلقہ اثر ہندوستان کے تمام خطوں میں زیادہ پھیلا۔ آپ مشاہیر ہند میں سے تھے۔ زیادہ انہماک انتظام دارالعلوم اور درس و تدریس میں تھا لیکن وقتی طور پر ملکی سیاست میں بھی کم و بیش آپ نے حصہ لیا چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس عام مرادآباد کی آپ نے صدارت فرمائی اور ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ کو اپنا خطبۂ صدارت پڑھا۔ جو اس زمانہ میں کتابی صورت میں شائع بھی ہوا جس میں انگریزوں سے ترک موالات پر زور دیا گیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے عہدۂ اہتمام کی عظمت کے پیش نظر نظام دکن نے آپ کو حیدرآباد کے عہدۂ مفتی عدالت عالیہ کے لیے نامزد کر کے بلانے کی استدعا کی جسے آپ نے بمشورۂ جماعت منظور فرما لیا اور چار سال وہاں گذارے۔ وہیں سے پھر دیوبند پہنچ کر اپنے فرائض سنبھال لئے۔ آپ کا اخلاص اور خدام دارالعلوم کی یکجائی جماعت میں مسلم تھی آپ کی ذاتی نسبت کی عظمت کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ آپ کے اساتذہ بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔

(۱۱) حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی

آپ دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو دین کا خاص

مشاہیر دارالعلوم اور جو خدمات انجام دیں

فہم عطا فرمایا تھا۔ آپ کی دانش و تدبیر مشہور زمانہ تھی۔ ادبیات کے ماہر تھے۔ عربی نظم و نثر دونوں پر کمال قدرت رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے نظم و نسق نے آپ کے تدبر و دانش سے عظیم استفادہ کیا۔ آپ کی اس دانش و بینش اور عظیم علمی شخصیت کی بناء پر حکومت حیدرآباد کا عہدۂ افتاء مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے بعد آپ ہی کو تفویض کیا گیا تھا۔ آپ کا علم، تواضع، مروّت اور تحمل مشہور زمانہ تھا۔ آپ حضرت گنگوہیؒ کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے۔ وفات کے دن مجھ سے حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میرا بارہ ہزار اسم ذات افسوس کہ آج پورا نہیں ہو سکا۔ شب بیدار اور ہمہ وقت مشغول بحق رہتے تھے۔ ان کی مجلس پُر شکوہ اور پُر حلاوت ہوتی تھی۔ کئی عربی قصیدے اور کئی مفید ترین تصانیف آپ کا ترکہ ہے جو اُمت کو ملا۔ ان میں اشاعت اسلام ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو مقبول خواص و عام ہے۔

(۵) مولانا حکیم عبدالوہاب صاحبؒ یوسف پوری (ضلع غازی پور) المعروف بہ حکیم نابینا

آپ دہلی کے مشہور طبیب، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق مرید اور علوم دینیہ کے ماہر تھے۔ نابینائی کی حالت میں تحصیل علم کی، اور مہارت تامہ پیدا کی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ انہیں کی طالب علمی کے زمانہ میں یوروپ کا ایک سیاح دارالعلوم دیکھنے آیا تو اس نے واپس ہو کر یوروپ کے اخبارات میں دارالعلوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ دارالعلوم میں پہنچ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ ایک نابینا طالب علم اپنے ساتھیوں کو اقلیدس کا تکرار کرا رہا تھا، اور اقلیدس کی مشکل شکلیں سامنے کے طالب علم کی کمر پر انگلی سے کھینچ کھینچ کر اسے سمجھا رہا تھا۔ یہ طالب علم یہی حکیم عبدالوہاب صاحب تھے۔ بعد تعلیم حضرت اقدس مولانا گنگوہیؒ سے بیعت کی اور حضرت کی صحبت سے مستفید ہو کر باطنی کمال پیدا کیا۔ خود مجھ سے ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ میں نے طب پڑھنے کے بعد حضرتؒ سے عرض کیا کہ ذریعہ معاش کے طور پر میں نے طب پڑھ لی ہے لیکن انسب مریض کا چہرہ و مہرہ دیکھ کر قارورہ

مشاہیر دارالعلوم اور جو خدمات انجام دیں

دیکھ کر اور دوسرے مشاہدات سے مرض کی تشخیص کرتے ہیں لیکن میں نابینا ان تمام مشاہدات سے معذور ہوں، اور چاہتا ہوں کہ معاش اس فن طب سے پیدا کروں، اس لئے میرے حق میں دعا فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نباضی کی حیات عطا فرمائیں گے اور تم نبض دیکھ کر وہ تمام باتیں معلوم کر لو گے جو دوسرے اطباء مشاہدات سے معلوم کرتے ہیں۔ یہ قصہ سنا کر فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے شیخ کی اس کرامت کو روزانہ مشاہدہ کرتا ہوں اور نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مجھ پر مرض اور مریض کے احوال کی تمام حقیقتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کی نبض شناسی کی شہرت اس درجہ میں پہنچ چکی تھی کہ باپ یا بھائی کی نبض دیکھ کر بیٹے اور دوسرے بھائی کے احوال مرض بتا دیا کرتے تھے۔ باوجود علمی ہمہ دانی کے مشغلہ آخر تک طب اور مطب ہی کا غالب رہا اور اسی میں پوری عمر گذری لیکن شغلِ بدن کے ساتھ ان کے تقویٰ و طہارت اور معمولات کی پابندی اور پختگی سے شفاء روحانی بھی حاصل کرتے تھے۔

(۶) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ

آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے اور حضرت تھانویؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ذکی طباع اور تیز فہم علماء میں سے تھے۔ آپ کی تقریر و بلاغت مشہور تھی۔ زبردست مناظر تھے، مبتدعین اور قادیانیوں کو تاب مقاومت آپ ہی نے پہنچایا۔ مدرسہ دارالعلوم دربھنگہ اور مراد آباد وغیرہ میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے اور آخر میں دارالعلوم کے عہدۂ نظامت تعلیم اور پھر نظامت تبلیغ پر فائز ہوئے۔ دارالعلوم میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ کی نمایاں اور غیر معمولی خطابت نے ملک کے گوشہ گوشہ کو مستفیض کیا۔ آپ کو رد بدعات اور رد قادیانیت سے خاص شغف تھا اور اس سلسلہ میں آپ کی بہت سی قابل قدر تصانیف ہیں جو طبع ہو چکی ہیں۔

(۷) حضرت مولانا محمد دین صاحبؒ

سابق پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور، آپ مشہور محدث و مسلم عالم تھے۔ لاہور کے علمی

معقول میں آپ کے علم کی خاص شہرت تھی۔

(۱۸) حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ

سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند۔ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ علم کا چلتا پھرتا کتب خانہ تھے۔ آپ تمام علوم منقولات و معقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ قوت حافظہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا درس حدیث اپنے دور کا مشہور درس تھا جو ایک خاص امتیاز کا حامل ہوتا تھا۔ آپ کے تبحر علمی سے درس حدیث کو جامع علوم و فنون بنا دیا تھا۔ آپ کے درس نے نقل و روایت کی رو سے آنے والے فتنوں کے لئے آنے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ آج بھی نمایاں علماء اور صاحب طرز فضلاء زیادہ تر آپ ہی کے تلامذہ ہیں جو ہند و پاک میں علمی مسندوں کو آراستہ کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے یہاں رد قادیانیت کا خاص اہتمام تھا۔ اور اس فتنہ کو اعظم الفتن شمار کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں کئی معرکۃ الآراء کتابیں خود بھی تصنیف فرمائیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے تلامذہ سے بھی لکھوائیں۔ اس بارے میں بڑے شغف کے ساتھ لکھنے والوں کو علمی مدد دیتے تھے۔ اور کوئی بھی اپنا نوشتہ لا کر سناتا تو غیر معمولی خوشی کا اظہار فرما کر دعائیں دیتے تھے۔ تقریباً ۱۳۲۷ھ سے آپ نے دارالعلوم میں درس کا آغاز فرمایا۔ ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۴۵ھ تک آپ دارالعلوم کے صدر مدرس رہے۔ اس دوران میں تقریباً ایک ہزار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا جن میں سے آپ کے دور صدر مدرسی میں ۸۰۹ طلبہ نے درس حدیث لیا اور درس فن پا کر تقریراً و تحریراً اور درس و تدریساً دور دور تک پھیلایا۔

(۱۹) حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب کوڑویؒ

آپ مشہور صاحب سلسلہ بزرگ تھے حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی۔ انگریزی دان طبقہ بالخصوص گورنمنٹ کے بڑے بڑے عہدیدار آپ سے زیادہ مستفید ہوئے۔ ابتدائے عہد ہی سے آپ سے بعض خوارق کا ظہور بھی ہوا ہے

ریاضت کافی کی اور آپ پر اس کے اثرات نمایاں تھے۔

(۲۰) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ

محدث مدرسہ امینیہ دہلی، مفتی اعظم ہندوستان۔ اپنے زمانے کے مشہور و مسلم مفتی اور فقیہ تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ تحریکی علماء میں سے تھے۔ درس و افتاء کے ساتھ سیاسی لائن میں بھی نمایاں کام انجام دیا۔ آپ ہی جمعیۃ علماء ہند کے سب سے پہلے صدر ہوئے اور عرصہ دراز تک صدر رہے۔ جمعیۃ علماء اور کانگریس کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ کئی مرتبہ جیل گئے۔ آپ کا علم و فہم علماء میں تسلیم شدہ تھا۔ حضرت تھانویؒ جیسی مردم شناس ہستی نے فرمایا کہ میں مفتی کفایت اللہ کے تدبر اور مولوی حسین احمد کے جوش عمل کا معتقد ہوں۔ مجموعی طور پر آپ فقیہ، محدث، مفتی، مجاہد اور نکتہ سنج علماء دیوبند میں سے تھے۔

(۲۱) حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے پانچویں صدر المدرسین تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ علم و فضل کے ساتھ غیر معمولی مقبولیت رکھتے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء مجازین میں سے تھے۔ علم سے فراغت کے بعد اپنے والد مرحوم کے ساتھ ۱۳۱۶ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے اور اٹھارہ (۱۸) سال مدینہ منورہ میں رہ کر مختلف علوم و فنون اور بالخصوص حدیث شریف کا درس دیا۔ زندگی کمال زہد و قناعت کی تھی جو کمال صبر و تحمل سے اس پر بسر ہوئی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ۱۳۱۸ھ میں ہندوستان تشریف لائے پھر ۱۳۲۰ھ میں واپس تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا ۱۳۲۹ھ تک درس دیا۔ پھر اسی سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۱۳۳۱ھ میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور اسی سال مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ ۱۳۳۵ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے ہمراہ حجاز ہی میں اسیر کر کے مالٹا بھیج دیئے گئے۔ ۱۳۳۸ھ میں مالٹا سے رہا ہو کر حضرت شیخ الہندؒ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور اسی سال

اکابر کے حکم سے جامعہ اسلامیہ امروہہ میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۳۴۱ھ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس رہے۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد ۱۳۴۴ھ میں ہی جامعہ اسلامیہ سلہٹ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوگیا۔ سلہٹ میں آپ ۱۳۴۶ھ تک قیام پذیر رہے۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے ڈابھیل تشریف لے جانے پر آپ شوال ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنائے گئے۔ آپ بڑے درجے کے محدث تھے۔ حدیث کے مشہور اسکالر تھے۔ آپ کا درس حدیث بہت مقبول تھا۔ کئی تصانیف فرمائیں جو سیاست اور تصوف پر ہیں۔ ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۷۷ھ تک بتیس (۳۲) برس دارالعلوم میں صدر مدرس اور ناظم تعلیمات رہے۔ اس دوران میں ۴۴۸۳ طلبہ نے آپ سے بخاری اور ترمذی پڑھ کر دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ آپ ان تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنی ہمت مردانہ سے سیاسی کام بھی پوری تندہی سے انجام دیتے رہے۔ اسی دوران میں آپ جمعیۃ العلماء ہند کے بار بار صدر بنائے گئے۔ آپ جمعیۃ العلماء اور کانگریس کے قائدین میں سے تھے۔ ہندوستان کی جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا اور سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ کئی مرتبہ جیل گئے اور آخر کار ملک کو آزاد کرایا۔ بہرحال مجموعی حیثیت سے آپ عالم، فاضل، شیخ وقت، مجاہد، جفاکش، جری اور اولو العزم فضلاء دارالعلوم دیوبند میں سے تھے۔

(۲۲) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ

سابق ناظم جمعیۃ الانصار دارالعلوم دیوبند۔ سکھ مذہب سے آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ غیر معمولی ذکاوت، ذہانت اور حافظے کے مالک تھے۔ دماغ خلقی طور پر سیاسی تھا۔ سیاست میں گہری نظر تھی۔ ابتداً تبلیغی اور علمی انداز میں اور بعد میں شاہ ولی اللٰہی انداز میں۔ یورپ اور ایشیا کے بہت سے انقلابات آپ کے سامنے گزرے اس لئے سیاسی اسکیموں کی ساخت و پرداخت میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے

حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک ریشمی رومال میں سرگرم حصہ لیا۔ افغانستان کی آزادی کی اسکیم آپ ہی نے مرتب فرمائی تھی۔ ۲۵ سال تک جلاوطن رہے۔ واپس تشریف لاکر فلسفۂ ولی اللٰہی سے ملک کو روشناس کرایا۔ سندھ ساگر اکاڈمی اور محمد قاسم ولی اللٰہی سوسائٹی قائم کی۔ آپ نے حضرت نانوتویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے علوم کی کافی خدمت کی۔ افغانستان میں آپ نے انڈین نیشنل کانگریس کی ایک باضابطہ شاخ قائم کرکے افغانستان حکومت میں ہندوستان کی ہمدردیاں حاصل کیں۔ آپ کانگریس میں شرکت کے حامی تھے مگر انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ من حیث القوم۔ دارالعلوم میں آپ نے جمعیۃ الانصار قائم کی جس کے بڑے بڑے دو اجلاس مرادآباد اور میرٹھ میں ہوئے اور اس کے حلقۂ اثر میں وسعت اور قوت پیدا ہوئی۔ آپ دارالعلوم کو یکسانی، مدارسے ملی تنظیم کا مرکز بنانا چاہتے تھے جس کا نقش اول جمعیۃ الانصار کا قیام تھا۔

(۲۳) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سہسرامیؒ

آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پرنسپل تھے۔ مشہور عالم، ذی استعداد فاضل تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے واسطے سے آپ کا علمی فیضان بنگال کے گرد و نواح میں کافی پھیلا۔ متواضع، حلیم اور خلیق علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

(۲۴) حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب پشاوریؒ

آپ افغانستان میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔ حکومت افغانستان میں آپ کا خاص وقار تھا۔ آپ وہاں کی پریوی کونسل کے صدر بھی تھے اور شرعی احکام میں آپ کا فیصلہ آخری ہوتا تھا جس پر بادشاہ اور حکومت سب سر جھکا دیتے تھے۔

(۲۵) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ

خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ۔ آپ قابل قدر علم کے حامل تھے۔ ارشاد حمیدی آپ کی مشہور تالیف ہے۔ نہایت گہرا علم رکھتے تھے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید تھے۔

(۲۶) حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوریؒ

آپ دارالعلوم کے ممتاز ابنائے قدیم میں سے تھے۔ دارالعلوم سے فارغ ہونے کے بعد مختلف جگہ مدارس میں آپ نے مدرسی کی۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے پرنسپل رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں تقریباً ۸ سال درس دیا۔ پھر تقریباً تین سال یہاں کے مفتی کی حیثیت سے کام کیا۔ بعد ازاں مدرسہ عالیہ سلہٹ میں صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے اور عمر کا آخری حصہ وہیں گزارا۔ آپ کا علمی فیض بہت ہوا۔ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ جیسے لائق اور فاضل علماء آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ممدوح رقت قلب کے ساتھ صاحب دل تھے اور اکابر و اسلاف کے مسلک حقہ کے انتہائی طور پر محافظ تھے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ آپ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔

(۲۷) حضرت مولانا محمد میاں صاحب منصور انصاریؒ

آپ حضرت نانوتویؒ کے نواسے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے خاص معتمد علیہ رشید تھے۔ استاذ حضرت شیخ الہندؒ کے علمی کاموں میں شریک رہے اور اعلیٰ [illegible] کیا۔ پھر حضرت کے سیاسی منصوبوں میں شریک ہوئے اور آخر وقت حضرت کے [illegible] اور راز دار رفقاء میں شمار ہوئے۔ ریشمی خط کو حجاز سے لے کر آپ ہی روانہ ہوئے تھے۔ اور برطانوی حکام کی انتہائی کوشش کے باوجود ان کے قبضہ میں نہ آ سکے۔ اور بمبئی سے پشاور تک مخفی سفر کیا۔ ہندوستان کی سرحد پار کر کے افغانستان میں داخل ہو گئے اور ریشمی خط اپنے موقعہ پر پہنچا دیا۔ کابل کا انقلاب آپ کے سامنے ہوا۔ بچہ سقہ کی چند روزہ حکومت میں آپ کو کابل سے بھی جلا وطن کر دیے جانے کا حکم دیا گیا، اور آپ کسی نہ کسی طرح کابل سے روپوشی کے ساتھ روس کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ اس عرصہ میں افغانستان میں انقلاب ہو گیا اور جنرل نادر شاہ تخت نشین ہو گئے۔ انہوں نے مولانا کو منصب کے ساتھ بلا لیا۔ اور روسی سفارت خانہ میں بحیثیت نائب سفیر آپ

روس بھیجے گئے۔ وہاں سے واپسی پر مستقلاً آپ کابل میں مقیم ہو گئے۔ ۱۳۵۵ھ میں مجھے بحیثیت مہتمم دارالعلوم دعوت دی اور مجلس شوریٰ نے اس دعوت کو کمال خوشی سے محسوس کرتے ہوئے مجھے بطور نمائندہ دارالعلوم افغانستان بھیجا تاکہ میں امیر نادر شاہ کی وفات پر تعزیت اور موجودہ بادشاہ افغانستان امیر ظاہر شاہ کی تخت نشینی پر تہنیت پیش کروں۔ افغانستان میں آپ کا علمی اور سیاسی وقار قوم اور حکومت میں یکساں طور پر باقی تھی۔ مولانا عبیداللہ مرحوم کا جذبہ اور ارادہ یہ تھا کہ ہندوستان کے آزاد ہوتے ہی وہ مولانا ممدوح کو ہندوستان لائیں گے۔ لیکن آزادی ہونے سے چند ماہ پیشتر ممدوح کا وصال ہو گیا۔ رحمہ اللہ

(۲۸) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب آرویؒ

آپ پوربی علاقہ میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ مگر آخر میں ان پر عدم تقلید غالب ہو گیا اور جماعت دیوبند سے انتساب کا رشتہ کمزور ہو گیا۔

(۲۹) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

آپ حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے تھے غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کے حامل تھے۔ علم مستحضر تھا اور جامع علم تھا۔ علوم عقلیہ سے خاص ذوق تھا۔ منطق، فلسفہ اور علم کلام میں غیر معمولی دسترس تھی حکمت قاسمیہ کے بہترین شارح تھے دارالعلوم سے فراغت کے بعد مسجد فتح پوری دہلی کے مدرسہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس علوم میں مشغول ہوئے پھر دارالعلوم میں بحیثیت مدرس بلائے گئے۔ اونچے طبقے کے اساتذہ میں آپ کا شمار تھا۔ پھر ڈابھیل میں ایک عرصہ شیخ التفسیر کی حیثیت سے کام کیا۔ اور اپنے آخری دور میں چند سال دارالعلوم کے صدر مہتمم بھی رہے۔ صحیح مسلم کی بہترین شرح متکلمانہ انداز میں لکھی اور حکمت قاسمیہ لوگوں میں عام کی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے تفسیری فوائد جو حضرت نے ترجمہ کے ساتھ شروع فرمائے تھے آپ نے پایۂ تکمیل کو پہنچائے۔ بے مثال خطیب تھے اور خطبات

مشاہیر دار العلوم اور جو خدمات انجام دیں

ہیں قاسمی علوم بکثرت بیان کرتے تھے۔ تحریر و تقریر میں ان ہی علوم کا غلبہ تھا۔ سیاسی
شعور اونچے درجہ کا تھا۔ ملکی معاملات کے اتار چڑھاؤ کا پورا نقشہ ذہن کے سامنے رہتا
تھا اور اس بارے میں بھی تلی رائے قائم کرتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک ریشمی
رومال میں شریک رہے۔ جمعیۃ العلماء ہند کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ آخر میں
مسلم لیگ کی تحریک میں شامل ہو گئے اور جمعیۃ علماء اسلام کی بنیاد ڈالی۔ تقسیم ملک کے
بعد آپ نے پاکستان پہنچ کر ترک وطن کر دیا۔ پاکستان پارلیمنٹ کے ممبر رہتے پاکستان
میں اسلامی قانون کے نفاذ کی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا قرارداد مقاصد پاس کرائی
وہاں کی قوم نے آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا۔ ایک سفر کے دوران میں
بہاولپور میں وفات پائی اور کراچی میں دفن ہوئے۔ پورا ملک اور حکومت سوگوار
ہوئی اور ہفتہ وار تک آپ کا غم منایا جاتا رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(۳۰) حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب مدظلہ

سابق صدر المدرسین مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد و موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم
دیوبند۔ آپ اونچے درجہ کے محدث ہیں۔ جمعیۃ العلماء ہند اور کانگریس کی تحریکوں میں
برابر حصہ لیتے رہے اور کئی بار جیل گئے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ کی وفات
کے بعد آپ ہی کو جمعیۃ العلماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۳۷۷ھ سے ۱۳۸۲ھ تک
دارالعلوم میں آپ سے ۱۷۰۱ طلبہ نے بخاری شریف پڑھی۔

(۳۱) حضرت مولانا فضل ربی صاحبؒ

آپ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں ایک جوشیلے عالم تھے۔ آپ حکومت
افغانستان کی ہیئت تمیزیہ کے رکن کی حیثیت سے بہت نمایاں شخصیت کے مالک تھے۔

(۳۲) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ

آپ دارالعلوم دیوبند کے موجودہ صدر المدرسین ہیں اور حضرت شیخ الہندؒ
کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ اس وقت معقولات میں خصوصاً اور جمیع علوم میں عموماً

* افسوس کہ اس اشاعت کے وقت مولانا بھی مرحوم ہو چکے ہیں ۔۔ مرتب

مشاہیر دار العلوم اور جو خدمات انجام دیں

درس تسلیم کئے جاتے ہیں۔ موجودہ اساتذۂ دارالعلوم و دیگر مدارس دینیہ کثرت کے ساتھ
آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ درس حدیث میں آپ خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ مختلف مدارس
دینیہ فتحپوری دہلی، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، مدرسہ ہاٹ ہزاری چاٹگام وغیرہ میں صدارت
تدریس کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ سے اساتذہ نے بالآخر آپ کو دارالعلوم کے لئے
انتخاب فرمایا۔ اور بہت اونچے طبقہ کے اساتذہ میں شمار ہوتا رہا۔ ۱۳۷۷ھ میں حضرت
مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ دارالعلوم کے صدر
مدرس، ناظم تعلیمات اور مجلس شوریٰ کے ممبر بنائے گئے۔ آپ کے زمانۂ صدارت میں
۱۳۷۷ھ سے ۱۳۸۲ھ تک ۱۷۰۱ طلبہ دورۂ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

(۳۳) حضرت مولانا ماجد علی صاحبؒ

آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پرنسپل رہے۔ اور اس نواح کے مشاہیر علم و فضل
میں سے تھے۔

(۳۴) حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ

آپ بھی حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ حدیث و قرآن پر بھی
وسیع نظر رکھتے تھے۔ آریوں اور قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور متعدد مناظرے
کئے۔ آپ کا لقب شیر پنجاب تھا۔ میلان عدم تقلید کی طرف تھا۔ آزادی ملک کی تحریک
میں جمعیۃ العلماء ہند کے ساتھ رہے۔ اور باوجود اختلاف مسلک کے اکابر دارالعلوم
دیوبند کے بہت زیادہ گرویدہ اور اخلاقی طور پر ان سے غیر معمولی انداز سے وابستہ
رہے۔ اس احقر سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ہمیشہ ملاقات کے وقت مصافحہ اور
معانقہ کا پر تپاک مظاہرہ کرتے تھے بلکہ پیشانی بھی چومتے تھے اور بعض اوقات
آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے۔

(۳۵) حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ

آپ بھی مشاہیر فضلاء دیوبند میں سے تھے۔ صاحب طرز مصنف، تیز ذہن و

مشاہیر دار العلوم اور جو خدمات انجام دیں

ذکاء اور طباعی میں منفرد تھے۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد دار العلوم کے آرگن رسالہ "القاسم" کے ایڈیٹر اور رئیس التحریر منتخب کئے گئے اور عرصہ دراز تک قلمی خدمات سے ہندوستان کے علمی حلقوں کو مستفید کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے پروفیسر مقرر ہوگئے۔ اس دوران میں بہت سی مفید اور علمی تصانیف آپ کے قلم سے نکلیں "کائنات روحانی" "سوانح ابوذر غفاری" اور "مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" وغیرہ آپ کی مخصوص اور مشہور تصانیف ہیں۔ تصانیف اور علمی مقالات کا عدد بہت کافی ہے جو مقبول خواص و عوام ہے۔ آخر میں احقر کی فرمائش پر آپ نے "سوانح قاسمی" تین جلدوں میں مرتب کی جو آپ کی تصانیف میں ایک شاہکار تصنیف ہے۔ اس کے بارے میں جب احقر نے ان سے فرمائش کی تو بہت خوشی اور امنگ سے اسے قبول کرتے ہوئے لکھا کہ میری علمی زندگی کی ابتداء "القاسم" ہی سے ہوئی تھی اور شاید انتہا بھی "القاسم" (یعنی حضرت نانوتویؒ) ہی پر ہوگی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ سوانح قاسمی کی چوتھی جلد آپ نے شروع کی۔ پانچ صفحے لکھنے پائے تھے کہ عمر فانی نے جواب دے دیا اور "القاسم" پر انتہا ہوگئی۔ تقریر و خطابت نہایت عالمانہ، ادیبانہ اور پرجوش ہوتی تھی۔ دقیقہ سنج اور نکتہ رس علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ہندوستان کے مشاہیر علماء میں آپ کی ممتاز حیثیت مانی جاتی تھی۔ ۱۳۷۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(۴۶) حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کیمل پوری مدظلہ

آپ بھی حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حدیث سے خاص لگاؤ تھا۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں عرصہ تک صدر مدرس رہے اور علوم و فنون کا درس دیتے رہے۔ آج کل اپنے وطن کیمل پور میں خانہ نشین ہیں۔

(۴۷) حضرت مولانا سیف الرحمن صاحب کابلیؒ

آپ مشہور سیاسی لیڈر تھے جنہوں نے حضرت شیخ الہند کی تحریک میں بہت

مشاہیر دار العلوم اور جو خدمات انجام دیں

نمایاں کام کئے۔ دار العلوم سے فارغ ہونے کے بعد عرصہ تک دہلی میں قیام کیا۔ پھر اپنے وطن کابل واپس جاکر وہیں مقیم ہوگئے۔ میں جب ۱۳۵۸ھ میں افغانستان حاضر ہوا تھا تو بقید حیات تھے اور میرے ساتھ غیر معمولی محبت اور ادب و احترام بلکہ نیازمندی سے پیش آتے تھے۔ حالانکہ میں ان کا ایک حقیر خورد تھا۔ آپ زبردست مجاہد تھے۔ اور جہاد کا جوش سینہ میں ابلتا ہوا رکھتے تھے۔ جرمنی نے جب یورپ پر حملہ کیا تو میں اس وقت کابل ہی میں تھا اور اتفاق سے مولانا ہی کے مکان پر موجود تھا۔ حملہ کی خبر سنتے ہی جوش مسرت میں رو پڑے۔ سجدے میں گر گئے اور فرمایا کہ "خداوند تیرا شکر ہے کہ انگریزوں میں باہم جنگ شروع ہوگئی جس سے افغانوں کے بچ جانے کی توقع ہوگئی۔"

(۴۸) حضرت مولانا وصی اللہ صاحب مدظلہ[1]

آپ دار العلوم دیوبند کے ممتاز علماء اور شیوخ میں سے ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا طرز اصلاح و تہذیب نفس ہو بہو حضرت تھانویؒ کی طرح ہے۔ پہلے ضلع اعظم گڑھ میں پھر شہر گورکھپور میں اور اس وقت الہ آباد شہر میں آپ نے اپنی خانقاہیں قائم فرمائی ہیں۔ بڑے بڑے ذی علم اور صاحب جاہ و ثروت حضرات کی اصلاح آپ کے ذریعہ سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔ ہزاروں بندگان خدا کو روحانی فیض پہنچ رہا ہے۔ اور یہ خطہ آپ کے وجود باجود سے روحانیت سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے۔

(۴۹) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ، ممتاز فضلاء دیوبند میں سے ہیں۔ اور ابتداء طالب علمی سے انتہا تک احقر محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کے رفقاء تعلیم میں سے ہیں۔ قوی الاستعداد ذہین اور استحضار علم کے ساتھ معروف، فقہ اور ادب

[1] افسوس کہ اب اس اشاعت کے وقت یہ بزرگ مرحوم ہوچکے ہیں۔ ناشر

میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ فراغتِ تعلیم کے بعد دارالعلوم کے درجۂ ابتدائی کے مدرس ہوئے اور تعلیمی ترقی کی منزلیں طے کرکے طبقۂ وسطیٰ اور پھر طبقۂ اعلیٰ کے مدرسین میں شمار کئے گئے۔ فقہی مناسبت اور فقہ کے خاص ذوق کی بنا پر حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتیِ اعظم دارالعلوم کے حلقۂ افتاء میں شامل ہوگئے اور ایک ممتاز فتویٰ نویس ثابت ہوئے۔ بالآخر حضرت ممدوح کی وفات کے بعد دارالعلوم کے عہدۂ افتاء پر بحیثیت مفتی دارالعلوم آپ ہی کا انتخاب کیا گیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے اسارتِ مالٹا سے رہا ہوکر آنے کے بعد آپ حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوگئے اور حضرت کے وصال کے بعد احقر کی معیت میں حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کی طرف رجوع کیا اور حضرت مرشد تھانویؒ سے خلافت حاصل کی۔ اور پھر تعلیم ظاہر کے ساتھ تعلیم باطن میں مشغول ہوگئے۔ بحمد اللہ مولانا کے متوسلین کثرت سے ہیں اور مخلوق کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تصنیف و تالیف کا ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ فقہ و حدیث اور مناظرہ میں نہایت مفید تصانیف کا ایک ذخیرہ ہے جو آپ کے قلم سے نکلا اور خواص و عوام کے لئے مفید ثابت ہو رہا ہے۔ شعر و شاعری کا ذوق بھی زمانہ طالب علمی سے ہی تھا۔ عربی، فارسی اور اردو میں بہت حمد و نعت، مراثی اور واقعاتی نظمیں کہیں جن کا مجموعہ شائع بھی ہو چکا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار فرمائی اور آج وہاں کے ممتاز مفتیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ گورنمنٹ پاکستان نے اسلامی قانون کی تدوین کے لئے علماء کی جو کمیٹی بنائی آپ اس کے رکن رکین رہے۔ آپ نے شہر کراچی میں ایک بڑے دارالعلوم کی بنیاد ڈالی جو آج مرکزی حیثیت کی ایک ممتاز تعلیم گاہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ فضلاء دارالعلوم دیوبند میں ایک جامع حیثیت کا امتیاز رکھتے ہیں۔

(۴۴) حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ (از عزیز احمد قاسمی ناظم شعبۂ تنظیم ابنائے قدیم و ناظم شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند۔)

آپ حضرت بانی دارالعلوم قدس سرہ کے پوتے اور حضرت مولانا حافظ

[1] اب یہ جگہ کورنگی ٹاؤن کہلاتی ہے ۱۲ ناشر

محمد احمد صاحب مہتمم سادس دارالعلوم کے صاحبزادے ہیں۔ آپ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نے ۱۳۳۷ھ میں علوم دینیہ سے فراغت حاصل کی اور دارالعلوم میں حسبۃً للہ درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اور درس نظامی کی مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۸ھ تک دارالعلوم کے نائب مہتمم رہے اور ۱۳۴۸ھ سے اب تک کہ ۱۳۸۳ھ ہے آپ ہی دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔ اس وقت پورے ہندوستان میں بہترین خطیب تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے ہر خطہ میں پہنچ کر تقریر و خطبات کے ذریعہ اسلامی معارف کی اشاعت اور مسلک دارالعلوم کی ترویج میں مصروف رہتے ہیں۔ تقریباً ایک سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک مستقل ادارہ آپ کی تصانیف شائع کر رہا ہے جو کافی مقبول ہیں۔ شعر و سخن میں بھی اپنے بزرگوں کی طرح شستہ انداز میں دخل رکھتے ہیں۔ آپ کی متعدد نظمیں، مثنویاں اور قصائد ہیں جو رسالہ دارالعلوم اور القاسم میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بعض طویل نظمیں کتابی صورت میں بھی مستقلاً شائع ہوئی ہیں۔ آپ ہندوستان کے متعدد علمی اور تعلیمی اداروں کے ممبر اور سرپرست ہیں اور متعدد مدارس کے حامی ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایگزیکیٹو کونسل کے ممبر ہیں اور مرکزی حکومت کی سنٹرل وقف بورڈ کے ممبر رہے۔ دارالعلوم کے وفاداروں میں سے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیرونی ممالک کے متعدد سفر کئے۔ افغانستان، برما، عدن، حجاز، مصر، اردن، لبنان، ساؤتھ افریقہ، روڈیشیا، کینیا، ٹانگانیکا، زنجبار، مڈغاسکر، حبش، ماریشس، ری یونین، پاکستان وغیرہ میں جاکر دارالعلوم کا تعارف کرایا۔ آپ کے زمانہ میں دارالعلوم نے غیر معمولی ترقی کی۔ تعلیمی اور تعمیری سلسلہ کافی بڑھا۔ کاموں اور شعبوں میں اضافہ ہوا۔ اساتذہ، طلبہ اور عملہ کی تعداد بہت بڑھ گیا۔ آمدنی کی رفتار غیر معمولی طور پر ترقی پذیر ہوئی جن کی تفصیل آنے والے نقشوں سے معلوم ہوگی۔ شعبوں نے محکموں کی صورت اختیار کرلی جیسا کہ آگے متعلقہ نقشہ جات سے تفصیلات معلوم ہوں گی۔ ممدوح حضرت شیخ الہند

سے بیعت اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ کا بیعت و ارشاد کا سلسلہ بیرون ہند میں پھیلا ہوا ہے۔ اہتمام کے طویل الذیل کاموں کے باوجود درس و تدریس کا مشغلہ آپ کا کبھی ترک نہیں ہوا۔ حدیث و تفسیر اور فن حقائق و اسرار کی کتابیں جیسے حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ اکثر زیر تدریس رہتی ہیں۔ دیوبند میں آپ کی ایک مستقل مجلس مذاکرہ قائم ہے جس میں طلبہ اور شہر کے لوگ جمع ہو کر علمی استفادہ کرتے ہیں۔

(۱۲) حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مہاجر مدنی مدظلہ[1]

آپ دارالعلوم کے فیض یافتہ اور آخری دور طالب علمی میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ سے مستفید ہیں۔ نقشبندی سلسلہ کے ممتاز مشائخ میں سے ہیں۔ اصل سے صوبہ سرحد کے باشندے ہیں لیکن عرصہ دراز سے مدینہ طیبہ میں مہاجر کی حیثیت سے مقیم ہیں اور حجازی قومیت اختیار فرما لی ہے۔ آپ پر غلبہ باطنی ارشاد و ہدایت کا ہے۔ سرحدی و پاکستانی لوگ بکثرت آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ کا مقام سکونت ایک مستقل خانقاہ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ہر وقت طالبعلموں اور مستفیدین کا مجمع لگا رہتا ہے۔ اس وقت حجاز میں آپ ممتاز مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔

(۱۳) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ

آپ دارالعلوم کے ممتاز فضلاء و علماء میں سے ہیں۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ کے مخصوص اور معتمد علیہ تلامذہ میں سے ہیں۔ احقر کے خاص تعلیمی رفیق اور دورہ حدیث کے ساتھی ہیں۔ اوپر سے ہم نسب بھی ہیں۔ حدیث، فقہ اور تفسیر میں امتیازی مہارت کے حامل ہیں۔ قوت حافظہ امتیازی ہے۔ علوم اور کتب کا استحضار تام ہے۔ اونچے درجہ کے ارباب تدریس میں سے ہیں۔ علوم سے فراغت کے بعد بعض مدارس میں سلسلہ تدریس سے منسلک رہ کر بالآخر دارالعلوم دیوبند

[1] افسوس کہ اس اشاعت کے وقت یہ بزرگ بھی مرحوم ہو چکے ہیں۔ ناشر

میں شیخ التفسیر کی حیثیت سے بلائے گئے اور کتب تفسیر کے ساتھ دورہ کی کتب حدیث بالخصوص ابو داؤد شریف اکثر و بیشتر آپ ہی کے درس میں رہتی تھی۔ اتباع سنت اور عقائد سلف کا خاص شغف ہے۔ علوم شرعیہ اور رد مذاہب باطلہ میں بہت سی کتب کے بہترین مصنف ہیں۔ محققانہ انداز سے بحث کرتے ہیں جس میں علمی مواد کافی ہوتا ہے۔ علمی تصانیف کے سلسلہ میں مشکوٰۃ المصابیح کی شرح "التعلیق الصبیح" آپ کا تصنیفی شاہکار ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔ ممالک اسلامیہ کا سفر کئے ہوئے ہیں اور بیروت جا کر آپ نے خود ہی شرح مشکوٰۃ طبع کرائی۔ سیرۃ المصطفیٰ کے نام سے کئی جلدوں میں ممتاز سیرت لکھی جس میں آزاد خیال مصنفوں پر علمی انداز سے تنقید کی ہے۔ اور ان کے بہت سے شکوک و شبہات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔ عربی ادب میں خاص مہارت ہے عربی اشعار برجستگی سے کہتے ہیں۔ فارسی میں بھی آپ کی نظمیں ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار کر لی اور آج جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث ہیں۔ تقریباً ہر جمعہ کو آپ کے وعظ کی مجلس ہوتی ہے جس میں ہزاروں کا اجتماع ہوتا ہے۔ حق گوئی میں مجاہدانہ انداز کے ساتھ ید طولیٰ رکھتے ہیں اور یہی بات بلا خوف لومۃ لائم برملا کہتے ہیں۔ تقویٰ اور خشیۃ اللہ آپ پر نمایاں نظر آتا ہے۔ ممتاز مشاہیر علم و فضل میں سے ہیں۔

(۱۴) حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ

آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں۔ متعدد کتب میں احقر کے ہم سبق رہے ہیں۔ علمی استعداد شروع سے مضبوط تھی۔ اصل وطن ضلع ہزارہ پاکستان ہے۔ صاحب گو خطیب ہیں۔ آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کا ناظم منتخب کیا گیا ہے۔ موصوف کی علمی شہرت کی بنا پر مصر نے آپ کو بطور نمائندہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان دعوت دی۔ اور آپ نے وہاں کی عالمی مؤتمر میں علماء عالم کو خطاب کیا۔ آپ کا شمار وہاں کے مشاہیر میں ہے۔

مشاہیر دارالعلوم اور خدمات جو انجام دیں

(۴۴) حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مدظلہ

آپ بھی دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں فراغت تحصیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کے درجۂ ابتدائی کے مدرس رہے۔ فن حدیث میں خاص ذوق اور لگاؤ ہے۔ فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد کئی بار حضرت شاہ صاحبؒ کے یہاں ترمذی اور بخاری کی سماعت فرمائی۔ آپ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کے خاص ترجمان ہیں۔ فیض الباری، شرح صحیح بخاری آپ کی تالیفات کا شاہکار ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ سے بیعت اور ان کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ آپ کا سلسلۂ ارشاد و ہدایت الحمد للہ وسیع ہے۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستانی قومیت اختیار کی اور ٹنڈو الٰہ یار کے مدرسہ میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا۔ اور درس حدیث میں مشغول رہے پھر یہاں[1] سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور اب وہیں مقیم ہیں۔ آپ کا سلسلۂ بیعت و ارشاد خصوصیت سے افریقہ میں بہت پھیلا۔ بکثرت افریقی آپ سے بیعت ہیں۔ زمانۂ حج میں جو قافلے ایسٹ یا ساؤتھ افریقہ سے آتے ہیں وہ اکثر بیشتر آپ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر واپس ہوتے ہیں۔ آپ کی تصنیف و تالیف میں ترجمان السنہ علم حدیث میں ایک شاہکار تصنیف ہے جس میں اکابر دارالعلوم اور بالخصوص حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کے علوم کو جمع کر کے خود اپنے علم اور علمی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ اس مبارک کتاب کی تین ضخیم جلدیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو چکی ہیں جو خواص و عوام میں مقبول ہیں۔

(۴۵) حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدظلہ

آپ حضرت مفتی اعظم مولانا الشیخ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ

[1] افسوس کہ یہ بزرگ بھی اس وقت اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ناشر

مشاہیر دارالعلوم اور خدمات جو انجام دیں

کے فرزند رشید اور دارالعلوم دیوبند کے ہونہار فاضل ہیں۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ درسیات سے فراغت کے بعد دارالعلوم کے درس و تدریس کے سلسلے میں لئے گئے۔ پھر دارالافتاء میں اپنے والد بزرگوار کی زیر تربیت افتاء نویسی کی مشق کی۔ اور دارالافتاء میں بحیثیت نائب مفتی کام شروع کیا۔ اور فتویٰ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ ایک عرصہ تک حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر ایک عرصہ دراز تک کلکتہ میں مقیم رہے اور وہاں کے لوگوں کو علم اور دین سے مستفید کیا۔ اس کے بعد دہلی آکر ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کیا جو وقت کا ایک بہترین معیاری ادارہ ہے جس سے اسلامی علوم و فنون کی بہت سی قابل قدر تصانیف ملک کے سامنے پیش کیں۔ آپ اس وقت دہلی کے مشاہیر علم و فضل میں شمار کئے جاتے ہیں۔ بہت سی ملی اور دینی اداروں کے ممبر ہیں اور مرکزی حج کمیٹی کے صدر ہیں۔ گورنمنٹ بھی آپ کی بات کا نوٹس لیتی ہے۔ قومی کاموں میں آپ کا خاص حصہ ہے۔ تحریک آزادیٔ ہند کے سپاہیوں میں سے ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے کاموں میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کے دست راست رہے ہیں اور ان کے وصال کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے صدر عالی کے عہدہ پر فائز ہیں۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے مؤثر ممبروں میں سے ہیں۔ جری اور شیر دل مقرر ہیں۔ بیرونی ممالک میں بھی آپ کی آمد و رفت رہی ہے۔ حال ہی میں آپ نے روس کے بعض دینی اداروں کی دعوت پر روس کا سفر کیا تھا۔ مجموعی حیثیت سے دارالعلوم کے ممتاز فضلاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

(۴۶) حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ

آپ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ اعلیٰ ترین علمی استعداد کے مالک، [illegible] درجہ کے ذکی اور طباع فضلاء میں سے تھے۔ ابتداءً دارالعلوم میں مدرس کی حیثیت سے

مشاہیر دار العلوم　　اور　　خدمات جو انجام دیں

مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں پھر دارالعلوم کی طرف سے مدراس بھیجے گئے اور
وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مدرس رہے۔
تصنیف و تالیف کی مخصوص صلاحیتیں رکھتے تھے۔ متعدد اعلیٰ ترین کتابوں کے مصنف
تھے۔ ہندوستان کے بڑے بلند پایہ مقرر اور خطیب تھے۔ بہترین سیاستدان تھے۔ ندوۃ
المصنفین کے مخصوص کارپردازوں میں سے تھے جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس کے صف
اوّل کے لیڈروں میں سے تھے، کئی بار جیل گئے، طویل عرصہ تک جمعیۃ علماء ہند کے
ناظم اعلیٰ رہے ۱۹۴۲ء کے انقلابی ہنگاموں میں اپنی جان پر کھیل کر ہزاروں کی جانیں
بچائیں، پارلیمنٹ کے بے لوث اور نڈر ممبر تھے، فرقہ پرست بھی ان کا لوہا مانتے
تھے۔ گورنمنٹ بھی انہیں مانتی تھی اور ان کے ثرات قبول کرتی تھی۔ غرض ان کی شخصیت
ایک جامع اور موثر شخصیت تھی جس کا ہندوستان کے تمام علمی اور سیاسی طبقات
پر اثر تھا۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور اس کے کاموں میں دخیل تھے۔

(۴۷) حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی مدظلہ

آپ دارالعلوم دیوبند کے ہونہار فاضل اور حضرت علامہ سید محمد انور شاہ
صاحب کشمیری قدس سرہ کے تلامذہ میں سے ہیں علوم درسیہ سے فراغت کے بعد مدرسہ
شاہی مرادآباد میں مدرس اور مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے
ذمہ دار کارکنوں میں سے ہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے
حکم پر جمعیۃ علماء ہند کے ناظم ہے حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ کی وفات کے
بعد ایک سال تک ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند کے عہدہ پر فائز رہے جمعیۃ اور کانگریس
کے بڑے مخلص سپاہی اور صف اوّل کے لیڈروں میں سے ہیں۔ کئی بار جیل گئے۔
متعدد مفید کتابوں کے مصنف ہیں "علماء ہند کا شاندار ماضی" کئی جلدوں میں اور
تاریخ اسلام آپ کی شاہکار تصانیف ہیں بچوں کی اسلامی تعلیم سے بہت زیادہ
شغف ہے چنانچہ دینی تعلیم کے متعدد رسائل تصنیف فرمائے جو بہت زیادہ مقبول

اسمائے گرامی مشاہیر دار العلوم　　اور　　جو خدمات انجام دیں

ہوئے۔ تعلیم کے ہر شعبہ میں اور ہر مضمون میں اسلامی رنگ دیکھنے کی تڑپ ہے اور
اس تڑپ کا مظاہرہ تصنیف کردہ کتابوں اور چارٹوں سے ہوتا ہے۔ دارالعلوم کی مجلس
شوریٰ کے کارگزار ممبر ہیں۔ مجموعی حیثیت سے علم و عمل میں دستگاہ اور صلاح و تقویٰ
حاصل ہے۔

(۴۸) حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی مدظلہ

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ایم اے کیا، دلی یونیورسٹی
میں پروفیسر رہے۔ پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے۔ آج کل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
میں سنی دینیات کے شعبہ کے انچارج ہیں۔ رسالہ برہان کے ایڈیٹر ہیں۔ آپکی قابلیت
ہی جماعت میں مسلّم ہے کناڈا، انگلینڈ وغیرہ میں آپ کے لکچر بہت مقبول ہوئے
متعدد مفید کتابوں کے مصنف ہیں، دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور ادارۂ مجلس
معارف القرآن (اکاڈمی قرآن عظیم) کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین ہیں، آپ بھی حضرت
مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، اسوقت آپ کی شخصیت
ایک بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے، مصر، شام، حجاز، کویت، لبنان، کناڈا، انگلستان
وغیرہ کے آپ نے قومی طور پر سفر کئے اور اپنی قابلیت سے دینی اور علمی حلقوں میں
متاثر رہے۔ مصر کی عالمی مؤتمر میں احقر کی معیت میں آپ کا خصوصی سفر ہوا اور
عالمی مؤتمر میں آپ کے خطاب کو سنا گیا۔

(۴۹) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ

آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے ایسے نامور شاگردوں
میں سے ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کے امین ہیں۔ جن کی ذات سے حضرت
کے علوم کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی علمی دنیا میں آپ کا ایک خاص درجہ اور مقام
ہے عربیت اور عربی و فارسی کی ادبی ذوق بے مثال ہے۔ عربی زبان میں بے تکان
تقریر بے تکلف ہوتے ہیں جس میں برجستگی اور روانی ہوتی ہے۔ عربی تحریر اور انشاء پردازی

ہیں ایک بے نظیر صاحب طرز ہیں۔ متعدد اعلیٰ کتب کے مصنف ہیں۔ ترمذی شریف کی نہایت ہی جامع اور بلیغ شرح لکھی ہے جس میں محدثانہ اور فقیہانہ انداز سے کلام کیا گیا ہے۔ اس کی عربیت اور طرز ادا معیاری ہے۔ اور ذخیرۂ معلومات بہت کافی ہے۔ اس سے تبحر اور تفقہ دونوں نمایاں ہیں۔ آپ نے مصر، بیروت، شام، حجاز، عراق اور افغانستان وغیرہ کے سفر کئے۔ مصر میں علماء دیوبند کا سب سے پہلے اپنے تعارف کرایا اور وہاں کے اخبارات و رسائل نے آپ کے بلیغ مضامین نہایت شوق و ذوق سے شائع کئے جس سے مصر و شام میں آپ کی علمیت کا چرچا ہی نہیں ہوا بلکہ دھاک بیٹھ گئی اور معیاری علماء کی مجلسوں میں آپ کو نہایت توقیر و احترام کے ساتھ طلب کیا جانے لگا۔ علامہ طنطاوی مصری صاحب تفسیر طنطاوی پر آپ نے مصنف کے روبرو نقد و تبصرہ کیا جس سے خود مصنف متاثر ہوئے اور بہت سی تنقیدات کو انصاف پسندی کے ساتھ انہوں نے قبول کیا اور "یا استاذ" کے الفاظ سے خطاب کیا۔ عربی میں بھی برجستگی اور ید طولیٰ حاصل ہے۔ مؤتمر عالم اسلامی قاہرہ (مصر) میں رئیس وفد پاکستان کی حیثیت سے آپ کو بلایا گیا اور وہاں آپ نے مسلک علماء دیوبند کے مطابق مسائل پر نقد و تبصرہ فرمایا۔ بعض مسائل کے متعلق آپ کے مقالہ کو اہمیت دی گئی۔ اور کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ آپ نے کراچی میں ایک مثالی دارالعلوم قائم فرمایا اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر نیوٹاؤن کی عظیم مسجد میں ابتداءً زہد و قناعت اور بے سروسامانی کے ساتھ تعلیم دین شروع کر دی۔ فقر و فاقہ تک کو برداشت کیا۔ مگر کار تعلیم جاری رکھا۔ بالآخر سنت الٰہیہ کے مطابق آخر میں لوگوں کا رجوع ہوا۔ اور آج یہ دارالعلوم کئی لاکھ کی عمارت ہے جس میں پندرہ بیس کے قریب اساتذہ کار تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔ حدیث و تفقہ میں ممدوح کی استعداد و لیاقت ممتاز حیثیت رکھتی ہے جسے ان کے ہم عصر بھی بطور اعتراف تسلیم کرتے ہیں۔ آپ فضلاء دیوبند میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ [illegible] ملک میں معروف ہیں۔ صوبہ سرحد (مغربی پاکستان) آپ کا وطن

[illegible] بحیثیت ناظم اعلیٰ دارالعلوم نیوٹاؤن کراچی میں قیام فرما ہیں۔

(۵) حضرت مولانا حامد الانصاری غازی مدظلہٗ

آپ حضرت مولانا منصور انصاری رفیق سیاست حضرت شیخ الہندؒ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اور حضرت [illegible] قدس سرہٗ کے نواسوں میں سے ہیں۔ علمی ذوق سے طبعی مناسبت رکھتے [illegible] اردو ادب کے صاحب طرز ادیب ہیں۔ مشہور اخبار "مدینہ" بجنور کے برسہا برس [illegible] پھر بمبئی میں اپنا مستقل اخبار "جمہوریت" جاری کیا۔ آپ کے سیاسی مقالات [illegible] کی نگاہ سے دیکھے اور پڑھے جاتے تھے۔ قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ صوبہ بمبئی کی [illegible] العلماء کے صدر ہیں۔ سیاست پر کافی نظر اور سیاسی نشیب و فراز میں مہارت [illegible] رکھتے ہیں۔ "اسلام کا نظام حکومت" آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو مقبول [illegible] دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور ادارہ مجلس معارف القرآن (اکاڈمی قرآن) [illegible] مجلس کے رکن ہیں۔

(۶) حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب مدظلہٗ ایم۔ پی (پاکستان)*

آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں بہت زیادہ معروف ہے۔ اس وقت پاکستان [illegible] کے ممبر ہیں۔ حق گوئی میں بے باک ہیں۔ فقہی اور حدیثی استعداد کے ساتھ [illegible] معلومات پر کافی عبور رکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں آپ کی تقریریں شرعی اور عصری [illegible] بیش بہا ذخیرہ ہوتی ہیں۔ افتاء آپ کا خاص منصب ہے اور آپ کے [illegible] میں اعتماد و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ وطن صوبہ سرحد (مغربی [illegible]) ہے۔ آپ اپنی گوناگوں علمی خصوصیات کی وجہ سے مصر کی عالمی مؤتمر میں [illegible] کئے گئے اور وہاں آپ کا بلیغ خطاب وقعت کے ساتھ سنا گیا۔ آپ دارالعلوم [illegible] فضلاء اور پاکستان کے مشاہیر میں سے ہیں۔

---

* [illegible] کے وقت مفتی صاحب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ ناشر

(۵۲) حضرت مولانا سید محمد منت اللہ صاحب رحمانی مدظلہ

آپ بھی دارالعلوم دیوبند کے ایک ہونہار ابن قدیم ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد خانقاہ رحمانی میں اپنے والد بزرگوار کے جانشین کی حیثیت سے گدی نشین ہوئے اور خلق خدا کی روحانی اصلاح میں مشغول ہوگئے۔ ساتھ ساتھ درس تدریس کا مشغلہ بھی جامعہ رحمانی میں جاری رکھا۔ آپ کی وجہ سے جامعہ رحمانی کو کافی ترقی ہوئی تا آنکہ جامعہ کی سابقہ عمارت ناکافی ہو جانے کی وجہ سے آپ نے جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھا جو آج نہایت شاندار صورت میں دیدہ زیبی کے کھڑی ہوئی علوم وغیرہ کی اشاعت و ترویج کر رہی ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے ایک نہایت ہی شاندار لائبریری اور کتب خانہ بھی تیار کرایا ہے۔ جس کی شاندار عمارت تمام ضروری علوم و فنون کی کتابوں سے بھرپور اور آراستہ ہے۔ عالمی مؤتمر اسلامی قاہرہ (مصر) کے لئے بحیثیت امیر شریعت بہار آپکا نام منتخب کیا گیا۔ احقر کی معیت میں آپ نے سفر حجاز کا سفر فرمایا۔ مؤتمر اور الرابطۃ الاسلامیہ مکہ مکرمہ میں آپ نے مقالات پیش فرمائے جن کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ آپ مشاہیر ملک میں سے ہیں۔ اور فضلائے دیوبند میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی دینی و ملی خدمات اور ساتھ ہی آپ کے والد ماجد حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحبؒ خلیفہ ارشد حضرت اقدس مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کی روحانی نسبت اور حلقہ اثر کے زیر اثر اہل بہار و اڑیسہ نے آپ کو امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ کا امیر شریعت منتخب کیا۔ آپ کی امارت کے زمانہ میں امارت شرعیہ نے بہت زیادہ ترقی کی اور اس کی شاخیں صوبہ کے مختلف اضلاع میں قائم ہوگئیں جو شرعی قانون کو عملی طور پر اس خطہ میں نافذ العمل کئے ہوئے ہیں۔ آپ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین اور مؤقر ممبر بھی ہیں۔

یہ مختصر فہرست ان مشاہیر کی ہے جن کے فیوض سے ہند و پاک کا گوشہ گوشہ سیراب ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ بیرون ہند میں بھی ان حضرات کے فیوض جاری ہیں

مشاہیر میں بہت سے ذی استعداد افراد ایسے ہیں جو پڑھنے پڑھانے میں تو زیادہ مشہور نہیں ہوئے لیکن اپنی اہلیت اور قابلیت کی بنا پر دوسرے علمی کاموں میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ مثلاً تصنیف، خطابت، طب اور صحافت وغیرہ میں بہت مشہور ہوئے۔ چند افراد کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) مولانا احسان اللہ خاں صاحب تاجور نجیب آبادیؒ۔ سابق پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور، و ایڈیٹر "ادبی دنیا" لاہور۔ آپ بہت مشہور صحافی اور ممتاز شاعر تھے۔

(۲) مولانا مظہر الدین صاحب بجنوریؒ۔ سابق ایڈیٹر "الامان" دہلی۔ آپ مشہور مقرر اور صحافی تھے۔ مسلم لیگ کے ممتاز لیڈروں میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں کچھ عرصہ مدرس بھی رہے۔

(۳) مولانا شائق احمد صاحب عثمانی۔ سابق ایڈیٹر "عصر جدید" کلکتہ۔ آپ دیوبند کے ممتاز فاضل اور ذہن و ذکا اور علمی استعداد میں اپنے دور میں فرد مانے جاتے تھے مگر فراغت کے بعد علمی سلسلہ قائم نہیں رہا۔ بلکہ اخباری دنیا میں آکر اسی میں منہمک رہے۔ تقسیم کے بعد پاکستانی قومیت اختیار کر لی۔

(۴) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بجنوری۔ سابق ایڈیٹر "منصور" و "نجات" بجنور۔

(۵) مولانا حکیم الدین صاحب بجنوریؒ۔ آپ مشہور طبیب تھے۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحبؒ کے استاد تھے۔

دارالعلوم کے فضلائے کرام کی کارکردگی

دارالعلوم دیوبند نے بحیثیت تعلیم گاہ ہونے کے ہمہ جہتی تعلیم دی اور ہمہ نوع فضلاء پیدا کئے جنہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کام کیا۔ ذیل میں فضلائے دارالعلوم کی کارکردگی کا مختصر تذکرہ بصورت اعداد و شمار پیش کیا جاتا ہے جس سے

قدر مقبول ہوا کہ اہل حجاز نے دور دور سے آکر اس میں شرکت کی۔ اس طرح مرکز اسلام (حجاز مقدس) اور مرکز علوم دارالعلوم کے درمیان ایک مخصوص ربط قائم ہو گیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب امرتسری مہاجر مدنیؒ نے حرم مکہ میں حدیث، تفسیر اور مختلف فنون کے درس کا کامیاب سلسلہ جاری فرمایا۔ اس درس سے اہل مکہ و اہل مدینہ اور دوسرے حجازیوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا۔ دوسرے ممالک سے جو زائرین آتے تھے وہ بھی اس درس سے فیضیاب ہوتے تھے۔ اس کے بعد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے حرم نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم میں اٹھارہ سال تک علوم کتاب و سنت کے دریا بہائے جس سے ہزاروں حجازی، شامی، عراقی اور مختلف بلاد اسلامیہ کے لوگوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی اور ان تک دارالعلوم کی سند پہنچی۔

پھر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب قدس سرہٗ کے برادر بزرگ حضرت مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی قدس سرہٗ مہاجر مدنی فاضل دارالعلوم دیوبند نے مدینہ طیبہ میں مستقل طور پر ایک مدرسۃ العلوم الشرعیہ کے نام سے جاری کیا۔ جو اب تک کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس مدرسہ کی روداد ہر سال چھپتی ہے اس میں کئی سو طلبہ اور متعدد مدرسین کام کر رہے ہیں۔ اس مدرسہ میں جملہ علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں اور بچوں کو دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔ اسی مدرسہ میں دارالعلوم کے مشہور استاذ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کیمل پوری نے بھی مستقل مدینہ منورہ میں قیام فرما کر برسہا برس تعلیم دی۔ اہل مدینہ نیز مضافات مدینہ کے لوگ اس سرچشمہ عالم سے اب تک سیراب ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مدظلہٗ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند نے بھی جو ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند میں سے ایک ہونہار فاضل عالم اور شیخ طریقت ہیں۔ مدینہ منورہ میں مستقل قیام فرما کر بیعت و ارشاد، اصلاح اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری فرمایا ہے جو تا حال قائم ہے۔ گو مولانا محترم بوجہ امراض و کبر سنی ضعیف ہو گئے ہیں، لیکن ہمت باطنی سے فیضان کے یہ سب سلسلے بدستور قائم ہیں اور نہ صرف اہل حجاز بلکہ دوسرے ممالک مثلاً ساؤتھ افریقہ اور ایسٹ افریقہ وغیرہ کے بہت سے افراد آپ کے علوم و فیضان سے مستفید ہو رہے ہیں۔

اس کے علاوہ افغانستان، پاکستان، برما، افریقہ وغیرہ میں تقریباً ہر صوبہ اور بعض ممالک میں شہر بہ شہر مدارس اور خانقاہیں قائم ہیں جہاں فضلاء دارالعلوم ظاہری و باطنی افاضات میں مشغول ہیں۔ تاریخی اعداد و شمار کے علاوہ خود اس ناچیز کا مشاہدہ بھی گواہ ہے۔

دارالعلوم کے تعلیمی مصارف اور اس کی کفایت شعاری

دارالعلوم کے تعلیمی مصارف پیش کرنے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مصارف کی نوعیتیں بھی پیش کر دی جائیں تاکہ دوسرے اداروں سے مقابلہ کرنے میں آسانی ہو۔

دارالعلوم میں ابتداء ہی سے مفت تعلیم کا انتظام ہے۔ مفت تعلیم کا صرف یہ مفہوم نہیں ہے کہ طلبہ سے کوئی تعلیمی فیس نہیں لی جاتی بلکہ ہر امیر و غریب طالب کو حسب ذیل چیزیں بالکل مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

تعلیم، کتابیں، رہنے کے کمرے، بجلی کی روشنی، سردیوں میں گرم پانی، گرمیوں میں سرد پانی۔ بغیر امداد والے طلبہ کی تعداد تقریباً ۱½ ہزار ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ جو طلبہ غیر مستطیع ہوتے ہیں، انہیں مذکورہ بالا سہولتوں کے علاوہ حسب ذیل امداد بھی مفت دی جاتی ہے۔

دونوں وقت کا کھانا، سال میں چار جوڑے کپڑے، سال میں دو جوڑے جوتے، تیل، صابن وغیرہ کے اخراجات کے لئے عہ ماہوار، سردیوں میں لحاف اور کمبل، ایسے طلبہ کی تعداد تقریباً ۹۰۰ ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ حضرات مدرسین اور کارکنان کی تنخواہیں ہیں جن پر ہر ماہ تقریباً ۲۰ ہزار روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس مرکزی ادارے کی شان اس کی وسعت اور پھیلاؤ کو دیکھئے پھر اس کے تعلیمی اخراجات پر نظر ڈالئے تو آپ کو اس کے کارکنوں کی دیانت داری، کفایت شعاری اور اخلاص مندی کا اندازہ ہو جائے گا۔

ذیل میں ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۸۳ھ تک ایک سو سال کی آمدنی و خرچ وغیرہ کے کچھ اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔

	پائی	آنہ	روپیہ
سو برس کی کل آمدنی	۲	۱۳	۱۰۰۸،۳۱،۵۷۷
سو برس کا کل خرچہ	۳	۱۱	۱۰۰۸،۳۶،۹۳۶
سو برس کا کل خرچہ تعمیرات	۶	۱۳	۱۱،۰۰،۰۸۹۵
سو برس کی تعداد فضلاء کرام			۷۴۱۶
سو برس کی تعداد فتاویٰ			۲،۶۹،۲۱۵
سو برس کی تعداد قلمی جو کتب خانہ میں موجود ہیں			۸۲،۳۵۰

فضلاء و مستفیدین دارالعلوم کی عددی تفصیلات

سو برس میں جن طلبہ نے دارالعلوم سے استفادہ کیا اور جن کے تعلیمی اخراجات دارالعلوم نے برداشت کئے ان کی مجموعی تعداد ———— ۶۵،۷۲۶

سو برس میں فضلاء کرام کی تعداد جنہوں نے سند و دستار حاصل کی یعنی ۷۴۱۶ کو منہا کرکے بعد ان طلبہ کی تعداد جنہوں نے دارالعلوم سے استفادہ کیا ———— ۵۸،۳۱۰

	پائی	آنہ	روپیہ
کل خرچ میں سے صرف تعمیرات منہا کرنے کے بعد سو برس میں کل خرچ کی مقدار	۹	۱۳	۹۷،۳۶،۰۵۰

۹۷،۳۶،۰۵۰ روپیہ ۱۳ آنہ ۹ پائی کو اگر ۶۵،۷۲۶ طلبہ پر تقسیم کیا جائے۔ تو ایک طالب علم پر خرچ کی مقدار ———— ۱۴۹ روپیہ

۹۷،۳۶،۰۵۰ روپیہ ۱۳ آنہ ۹ پائی کو اگر ۷۴۱۶ فضلاء کرام پر تقسیم کیا جائے تو ایک مکمل عالم تیار کرنے پر خرچ کی مقدار ———— ۱۳۱۳ روپیہ

اتنی حقیر رقم سے ایک ایسے عالم کا تیار ہونا جو قوم کی تمام دینی ضروریات مثلاً تزکیۂ نفوس۔ تدریس، تصنیف، افتاء و مناظرہ، صحافت، خطابت و تبلیغ، اور اصلاح عام کے فرائض وغیرہ کو بخوبی انجام دے سکے۔ یقیناً ایک معیاری اور مثالی کامیابی ہے، جس کی نظیر دنیا کے رسمی اداروں میں ملنی ناممکن ہے۔ دارالعلوم اس پر بجا طور پر فخر و ناز کر سکتا ہے۔ بالخصوص جب کہ یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اس ۷۴۱۶ کی تعداد میں کتنی ہستیاں ایسی بھی ہیں کہ اگر لاکھوں روپیہ ان میں سے کسی ایک پر

کر دیئے جائیں تو کم ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام ہم اوپر شمار کرا چکے ہیں۔

بہرحال دارالعلوم کا فیض باران رحمت کی طرح عام رہا۔ علم کے پیاسے دور دور سے آئے اور اس نے ہر ایک کے ظرف اور ہر ایک کی طلب کے موافق اس کی پیاس بجھائی۔ ہند و پاک کا کوئی شہر کوئی قصبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہ ملے گا۔ جہاں اس چشمۂ دین سے نکلی ہوئی کوئی نہر موجود نہ ہو جس سے سب لوگ سیراب ہوتے ہیں۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

	پائی	آنہ	روپیہ
(نوٹ) مذکورہ بالا سطور میں	۹	۱۳	۹۷،۳۶،۰۵۰

روپئے کا جو خرچ دکھایا گیا ہے وہ تعمیرات کے علاوہ باقی تمام شعبہ جات دارالعلوم کا خرچ ہے۔ اسی میں دارالافتاء کا خرچ بھی شامل ہے۔ جس سے سو سال کے عرصہ میں ۲،۶۹،۲۱۵ فتاویٰ صادر کئے گئے اور کتب خانہ کے اخراجات بھی ہیں۔ جس میں سو سال کے اختتام پر ۸۲،۳۵۰ کتب موجود ہیں۔

دارالعلوم کے اسلاف

دارالعلوم دیوبند کے اسلاف میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے لے کر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ تک کے سارے بزرگ شمار ہوتے ہیں، کیونکہ مسلکاً اور روایتہً دارالعلوم دیوبند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہے اور سلوک میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا سلسلہ اکابر دارالعلوم میں جاری و ساری ہوا چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور خود حاجی صاحب قدس سرہٗ دارالعلوم کے اسلاف میں ہیں۔